ماہنامہ

میثاق

لاہور

مدیر مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

- روحِ اعتکاف اور عظمتِ لیلۃ القد

امیر تنظیمِ اسلامی کا ایک فکر انگیز خطاب

- عالمِ اسلام کی اقتصادی اور سیاسی صورتِ حال

ایک چشم کشا جائزہ اور مجوزہ حل

اسرار عالم، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈ

یکے از مطبوعات

تنظیمِ اسلامی

فضیلتِ صیام و قیامِ رمضان

بزبانِ صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

وَمَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

وَمَنْ قَامَ لَیْلَۃَ الْقَدْرِ اِیمَانًا وَاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ

(رواہ البخاری ومسلم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

•جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے گئے۔ اور جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا (قرآن سننے اور سنانے کے لیے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے بھی تمام سابقہ گناہ معاف کردیئے گئے۔ اور جو لیلۃ القدر میں کھڑا رہا (قرآن سننے اور سنانے کے لیے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کی بھی سابقہ تمام خطائیں بخش دی گئیں!"

(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (القرآن)

ترجمہ: اور اپنے اُوپر اللہ کے فضل کو اور اس کے اُس میثاق کو یاد رکھو جو اُس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی۔

ماہنامہ

میثاق

لاہور

جلد: ۴۴

شمارہ: ۲-۳

رمضان، شوال ۱۴۱۵ھ

فروری، مارچ ۱۹۹۵ء

فی شمارہ ۷/-

سالانہ زرِ تعاون ۷۰/-

مدیرِ مسئول

ڈاکٹر اسرار احمد

سالانہ زرِ تعاون برائے بیرونی ممالک

برائے سعودی عرب، کویت، بحرین، قطر، متحدہ عرب امارات اور بھارت	۴۵ سعودی ریال یا ۱۲ امریکی ڈالر
یورپ، افریقہ، سکنڈے نیوین ممالک جاپان وغیرہ۔	۱۶ امریکی ڈالر
شمالی وجنوبی امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا، نیوزی لینڈ وغیرہ۔	۲۰ امریکی ڈالر
ایران، عراق، اومان، مسقط، ترکی، شام، اردن، بنگلہ دیش، مصر	۹ امریکی ڈالر

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ادارہ تحریر

شیخ جمیل الرحمٰن

حافظ عاکف سعید

حافظ خالد محمود خضر

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور رجسٹرڈ

مقامِ اشاعت: ۳۶۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور ۵۴۷۰۰۔ فون: ۵۸۶۹۵۰۲-۵۸۶۹۵۰۱

سب آفس: ۱۱۔ داؤد منزل، نزد آرام باغ شاہراہ لیاقت کراچی۔ فون: ۲۱۶۵۸۶

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن، طابع: رشید احمد چودھری، مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

(اس شمارے کی قیمت ۱۲ روپے)

☆ عرضِ احوال ——— ۳
خالد محمود خضر
☆ تذکرہ و تبصرہ ——— ۵
روحِ اعتکاف اور عظمتِ لیلۃ القدر
ڈاکٹر اسرار احمد
☆ عالمِ اسلام کی اقتصادی اور سیاسی صورتحال ——— ۲۲
ایک چشم کشا جائزہ اور مجوزہ حل
اسرار عالم
☆ رسول اکرم ﷺ کی رفاہی منصوبہ بندی ——— ۵۱
حافظ محمد سجاد تترالوی
☆ قرآن اور صاحبِ قرآن (۲) ——— ۷۳
پروفیسر ریاض الرحمٰن
☆ حضرت علیؓ کی عظمت و شجاعت ——— ۸۱
عبداللہ جان
☆ صیام و قیامِ رمضان المبارک ——— ۸۷
محمد سمیع
☆ دورۂ ترجمۂ قرآن ——— ۹۰
نثار احمد ملک
☆ رفتارِ کار ——— ۹۵
تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب (غربی) اور حلقہ سندھ بلوچستان کی سرگرمیاں
☆ افکار و آراء ——— ۱۰۳
☆ The Constitutional Model of an Islamic State ——— ۱۲۶
By : Dr. Israr Ahmad

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال

میثاق کے پیش نظر شمارہ کی حیثیت فروری' مارچ ۹۵ء کی مشترکہ اشاعت کی ہے۔ یہ شمارہ چونکہ قارئین تک رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں پہنچ رہا ہے' جو اعتکاف اور لیلۃ القدر کا عشرہ ہے' لہٰذا اس مناسبت سے امیر تنظیم اسلامی کا ایک اہم خطاب "روحِ اعتکاف اور عظمتِ لیلۃ القدر" ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ امید ہے کہ قارئین' بالخصوص معتکف حضرات' عشرۂ اخیرہ میں اس کا مطالعہ نہایت مفید پائیں گے۔

رمضان المبارک نزولِ قرآن کا مہینہ ہے اور اس نسبت سے یہ قرآن حکیم کے ساتھ تجدیدِ تعلق کا مہینہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس ماہ مبارک کے لئے اہلِ ایمان کو جو دوگونہ پروگرام عطا کیا گیا ہے اس میں قرآن حکیم کو خصوصی اہمیت حاصل ہے' یعنی دن کا روزہ اور رات کا قیام اور اس میں قراءت و استماعِ قرآن۔ اور یہی حکمت ہے روزے کی عبادت کو اس ماہ مبارک کے ساتھ مخصوص کرنے کی۔ انسانی وجود روح اور جسد کا مرکب ہے اور ان دونوں کے تقاضے مختلف ہی نہیں' متضاد ہیں۔ رمضان المبارک کا پروگرام روحِ انسانی کے تغذیہ و تقویت کا پروگرام ہے' جس کے ذریعے جسدِ انسانی کے تقاضوں کو محدود کر کے روح انسانی کے تقاضوں کو پوری طرح آسودگی اور سیرابی کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک طرف دن کا روزہ جسدِ انسانی کے ضعف و اضمحلال کا سبب بنتا ہے اور روح انسانی پر سے مادی وجود کی گرفت کچھ ڈھیلی پڑتی ہے تو دوسری طرف رات کو قرآن کے ساتھ قیام اس روح کی بھوک کی سیری اور پیاس کی آسودگی کا کام کرتا ہے۔ روح انسانی اور کلامِ ربانی کا اپنی اصل کے اعتبار سے چونکہ آپس میں گہرا قرب و تعلق ہے' اور ایک شیخ طریقت کے بقول "یہ دونوں 'گرائیں' (ایک ہی گاؤں کے رہنے والے) ہیں" لہٰذا روح انسانی پر کلامِ ربانی کا یہ "نزول" اس کے لئے بیش بہا خیر و برکت کا باعث بنتا ہے اور فیوض و برکات کی یہ بارش کشتِ قلوب کے لئے آبیاری کا بہترین ذریعہ ثابت ہوتی ہے۔

قارئین میثاق اور رفقائے تنظیم اسلامی بخوبی آگاہ ہیں کہ ماہ رمضان المبارک میں قرآن حکیم کے انوار و اسرار سے بیش از بیش استفادے کے لئے امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ' نے آج سے گیارہ سال قبل رمضان کی راتوں میں نماز تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن کا آغاز فرمایا تھا۔ تراویح میں سماعت سے قبل قرآن حکیم کے متعلقہ حصے کا متن کے ساتھ ساتھ ترجمہ کے بیان کا یہ پروگرام' بحمد اللہ' انتہائی مفید رہا۔ اس کے بعد سے امیر محترم' اپنی گرتی

ہوئی صحت کے باوجود' ہر رمضان میں دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن اکیڈمی لاہور میں متعدد بار اور اس کے علاوہ قرآن اکیڈمی کراچی' قرآن اکیڈمی ملتان اور ابوظبی میں بھی امیر محترم کے دورۂ ترجمۂ قرآن کے پروگرام ہو چکے ہیں۔ اس بار امریکہ کے رفقاء تنظیم کے شدید اصرار اور اس کام کی اہمیت کو مدِ نظر رکھتے ہوئے امیر محترم نے نیو جرسی میں بزبان انگریزی دورۂ ترجمہ قرآن کا آغاز کیا' لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ابھی اس کام کی تکمیل نہ تھی' لہٰذا تین دن بعد ہی گھٹنوں کی تکلیف میں شدید اضافہ کے باعث یہ پروگرام موقوف کرنا پڑا۔ امیر محترم تاحال امریکہ ہی میں مقیم ہیں جہاں وہ زیر علاج ہیں۔ قارئین و احباب سے درخواست ہے کہ وہ رمضان المبارک کی بابرکت ساعتوں میں امیر محترم کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعا کریں۔

قرآن اکیڈمی لاہور کو' جہاں سے اس کارِ خیر کا آغاز ہوا تھا' یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں ہر سال ماہ رمضان کی مبارک راتیں قرآن کی معیت میں بسر کرنے کا یہ پروگرام اہتمام کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ چیز اب یہاں ایک روایت کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ اس بار یہاں ناظم تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب (جنوبی) محترم مختار حسین فاروقی دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ لاہور میں تین مزید مقامات پر قائم مقام امیر تنظیم اسلامی چودھری رحمت اللہ بٹر صاحب' ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی ڈاکٹر عبدالخالق صاحب اور ناظم تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی جناب فتح محمد قریشی دورۂ ترجمۂ قرآن کروا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں کراچی دو اعتبارات سے لاہور پر بازی لے گیا ہے۔ ایک تو یہ کہ وہاں سات مقامات پر دورۂ ترجمۂ قرآن ہو رہا ہے اور دوسرے یہ کہ وہاں پر دورۂ ترجمہ کے دو حلقے خواتین کے بھی قائم ہیں جہاں خواتین مترجمات ہی ترجمۂ قرآن کی سعادت حاصل کر رہی ہیں۔ مزید بر آں ویڈیو کیسٹ کے ذریعے بہت سے مقامات پر دورۂ ترجمۂ قرآن کی سماعت کا اہتمام ہو رہا ہے۔ ان دونوں شہروں کے علاوہ بھی ملک بھر میں دورۂ ترجمۂ قرآن کے حلقے قائم ہیں' جن کی ایک جھلک اسی شمارے میں قارئین کے سامنے آجائے گی۔

ٹیلی فون نمبروں کی تبدیلی

ادارۂ میثاق' مرکزی انجمن خدام القرآن کے دفاتر اور مکتبہ انجمن کے ٹیلی فون نمبر تبدیل ہو گئے ہیں۔ احباب و قارئین نئے نمبر نوٹ فرمالیں :

5869501 اور 5869502

روحِ اعتکاف

اور

عظمتِ لیلۃ القدر

امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کا ایک فکر انگیز خطاب

امیر تنظیم اسلامی نے یہ خطاب ۲۰/ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ کو کراچی میں ایک اجتماع جمعہ سے فرمایا تھا' جو مئی ۸۸ء کے میثاق میں شائع ہوا تھا۔ اب اسے از سرِنو مرتب کر کے ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔

قرآن حکیم میں روزے اور اس کے متعلقات کا ذکر

قرآن مجید میں سورۃ البقرہ کا ۲۳واں رکوع اس اعتبار سے خصوصی اہمیت کا حامل ہے کہ اس میں روزے سے متعلق تمام مضامین یکجا ہو کر آ گئے ہیں۔ چنانچہ چھ آیات پر مشتمل اس رکوع میں جہاں روزے کا حکم' اس کی حکمت اور اس کے تفصیلی احکام بیان ہوئے ہیں وہاں روزے کی عبادت کے لئے خصوصی طور پر ماہ رمضان کے انتخاب کی حکمت' روزے کا دعا سے ربط و تعلق اور رزقِ حلال سے ربط و تعلق بھی واضح کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں رمضان المبارک کی خصوصی عبادت "اعتکاف" کا ذکر اس رکوع کی پانچویں آیت میں وارد ہوا ہے جس میں رمضان اور روزے کے معاملات زیر بحث آئے ہیں۔ فرمایا گیا :

اُحِلَّ لَکُمْ لَیْلَۃَ الصِّیَامِ الرَّفَثُ اِلٰی نِسَآئِکُمْ، ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَ اَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّ، عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَ عَفَا عَنْکُمْ، فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْھُنَّ وَ ابْتَغُوْا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَکُمْ، وَ کُلُوْا وَ اشْرَبُوْا حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ، وَ لَا تُبَاشِرُوْھُنَّ وَ اَنْتُمْ عٰکِفُوْنَ فِی الْمَسٰجِدِ، تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ فَلَا تَقْرَبُوْھَا، کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ اللّٰہُ اٰیٰتِہٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّھُمْ یَتَّقُوْنَ ۝ (البقرۃ : ۱۸۷)

"حلال کیا گیا ہے تمہارے لئے روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتیں سے' وہ پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو ان کی۔ اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے' سو اس نے تمہیں معاف کیا اور تم سے درگزر کی۔ پس اب تم ان سے مباشرت کرو اور طلب کرو اس کو جو اللہ نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے (یعنی اولاد)۔ اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف جدا نظر آئے تم کو صبح کی سفید دھاری (رات کی) سیاہ دھاری سے' پھر پورا کرو روزہ کو رات تک۔ اور مباشرت نہ کرو عورتوں سے جب تک تم اعتکاف کرو مسجدوں میں۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدیں ہیں' سو ان کے نزدیک نہ جاؤ۔ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے تاکہ وہ بچتے رہیں۔"

اس رکوع کی تیسری آیت "شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ...... الخ" کے مطابق اس ماہ مبارک کی عظمت کی اساس یہ ہے کہ یہ نزولِ قرآن کا مہینہ ہے اور اس کا پروگرام دوگونہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمایا ہے، جس میں ایک تو فرض ہے یعنی دن کا روزہ اور ایک کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اگرچہ فرض تو قرار نہیں دیا' البتہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ترغیب و تشویق کے ذریعہ سے اس کی طرف امت کو توجہ دلائی ہے اور اس کا خصوصی اہتمام کرنے کی تاکید فرمائی ہے یعنی قیام اللیل کا پروگرام۔ رات کو اپنے رب کے حضور دست بستہ کھڑے ہو کر اس کے کلام کو سننا۔ اس کی ایک معیّن مقدار بیس رکعات صلوٰۃ التراویح کی شکل میں اگرچہ حضور ﷺ سے ثابت نہیں

ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کے مشورے سے یہ نظام مقرر کیا جو تواتر کے ساتھ امت میں چلا آ رہا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ اگر لوگ ساری رات نہ جاگ سکیں تو عربی کے ایک محاورے "مالا یُدرَکُ کلہٗ لا یُترَکُ کلہٗ" کے مصداق نماز عشاء کے بعد کم از کم ایک ڈیڑھ گھنٹہ تو قرآن کے ساتھ جاگیں۔ لیکن فی الواقع مطلوب یہی ہے کہ تمام رات اسی کیفیت میں بسر ہو' جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

"مَن صَامَ رَمَضَانَ ایمانًا واِحتِسابًا غُفِرَلَہٗ ماتقدّم مِن ذنبِہٖ' وَمن قام رَمَضان ایمانًا واِحتسابًا غُفِرَلہ ما تقدم من ذنبہ' ومن قام لیلۃ القدر ایمانًا واحتسابًا غفرلہ ما تقدم من ذنبہٖ" (رواہ البخاری و مسلم)

"جس نے رمضان کے روزے رکھے ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے پچھلے گناہ بخش دیئے گئے' اور جس نے رمضان (کی راتوں) میں قیام کیا (قرآن سننے اور سنانے کے لئے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کی بھی پچھلی خطائیں بخش دی گئیں' اور جو لیلۃ القدر میں کھڑا رہا (قرآن پڑھنے یا سننے کے لئے) ایمان اور خود احتسابی کی کیفیت کے ساتھ اس کے بھی تمام سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔"

اسی طرح آپ ﷺ کا فرمان ہے :

اَلصِّیامُ وَالقرآنُ یَشْفَعانِ لِلعَبد' یقول الصِّیام ای رَبِّ اِنّی مَنعتُہ الطَّعامَ وَالشَّہَواتِ بالنَّہارِ فَشَفِّعنی فیہ' ویقول القرآنُ منعتُہ النَّومَ بِاللَّیل فشَفِّعنی فیہ' فَیُشَفَّعَان (رواہ البیہقی فی شعب الایمان)

"روزہ اور قرآن آخرت میں بندے کے حق میں شفاعت کریں گے۔ روزہ عرض کرے گا: اے رب' میں نے اس شخص کو دن کے وقت کھانے پینے اور نفس کی خواہش پورا کرنے سے روکے رکھا تو اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن یہ کہے گا کہ اے پروردگار! میں نے اسے رات کے وقت سونے سے روکے

رکھا لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ (حضور ﷺ بشارت دیتے ہیں کہ) پھر دونوں کی سفارش اس بندے کے حق میں قبول کی جائے گی۔"

اب آپ غور کیجئے کہ جیسے روزے کی بندش صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کی ہے، دو چار گھنٹے کی نہیں ہے، ویسے ہی مطلوب یہ ہے کہ رمضان المبارک کی پوری رات اس عالم میں بسر ہو کہ قرآن مجید کے ساتھ ہر مسلمان کا از سر نو ایک ذہنی و قلبی ربط و تعلق قائم ہو جائے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ قرآن حکیم کی عظمت منکشف ہو گی اور قرآن کو پڑھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا عزم دل میں پروان چڑھے گا۔

اس کے بعد اس رکوع کی چوتھی آیت میں روزہ اور دعا کا ربط و تعلق ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِی عَنِّی فَاِنِّی قَرِیبٌ، اُجِیبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْیَسْتَجِیبُوا لِی وَلْیُؤْمِنُوا بِی لَعَلَّهُمْ یَرْشُدُونَ ○

"(اے نبی) میرے بندے جب آپ سے میرے بارے میں دریافت کریں تو ان سے کہہ دیجئے کہ میں قریب ہی ہوں اور میں ہر دعا کرنے والے کی دعا کو سنتا ہوں (قبول کرتا ہوں) جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ البتہ انہیں بھی چاہئے کہ میری بات مانیں اور مجھ پر ایمان رکھیں تاکہ وہ راہ یاب ہو سکیں۔"

یعنی کامیابی اور کامرانی اسی راستہ سے حاصل ہو گی کہ وہ میری پکار پر لبیک کہیں اور مجھ پر ایمان رکھیں۔ محض دعائیں مانگنے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ یعنی اس کا دوسرا رخ کیا ہے! یہ کہ تم میری باتیں مانو، تو میں تمہاری مانوں گا، جیسے قرآن میں ایک اور مقام پر فرمایا گیا: "فَاذْکُرُونِی اَذْکُرْکُمْ" یعنی "تم مجھے یاد رکھو میں تمہیں یاد کروں گا"۔ اور "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ" یعنی "اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا"۔

میں چاہوں گا کہ اس بات کو مزید واضح کروں کہ اللہ کی وہ پکار کیا ہے! جو حضرات میرے ساتھ دورۂ ترجمۂ قرآن میں شرکت کر رہے ہیں ان کے سامنے اللہ کی یہ پکار بار بار آ رہی ہے۔ اس کی پہلی پکار یہ ہے کہ خود میرے مخلص بندے بن جاؤ اور میرے لئے اپنی

اطاعت کو خالص کرلو : فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ - دوسری پکار یہ ہے کہ میری دعوت کو عام کرو۔ اُدْعُ اِلٰى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ اَحْسَنُ - "بلاؤ اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت کے ساتھ اور عمدہ نصیحت اور وعظ کے ساتھ اور ان (منکرین) کے ساتھ مجادلہ کرو اس طریق پر جو بہترین ہو"۔ اس کی تیسری پکار یہ ہے کہ اَنْ اَقِيمُوا الدِّينَ - "میرے دین کو قائم کرو۔" میں نے دین اس لئے تو نہیں دیا کہ صرف اس کی مدح کرتے رہو، محض Lip service کرتے رہو۔ میں نے قرآن اس لئے تو نہیں اتارا کہ صرف اس کی تلاوت کرلیا کرو۔ قرآن تو اس لئے نازل کیا گیا ہے کہ اس پر عمل کیا جائے۔ ساتھ ہی تمہیں نظامِ عدل و قسط عطا فرمایا ہے تاکہ تم اس کو قائم کرو، نافذ کرو۔ اگر یہ نہیں کرتے ہو تو تم "لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ" کے مصداق مجرم گردانے جاؤ گے کہ "کیوں وہ کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو۔"

خود احتسابی کی ضرورت

اگر آپ اپنا جائزہ لینا چاہیں کہ رمضان المبارک کی برکات سے آپ کو بھی کوئی حصہ ملا ہے یا نہیں ملا تو اس اعتبار سے اپنا جائزہ لیجئے اور "Self Assessment" کیجئے، جیسے انکم ٹیکس میں آج کل یہ طریقہ رائج ہے، جائزہ لیجئے کہ کیا واقعی اللہ کی پکار پر لبیک کہنے کا کوئی جذبہ ابھرا ہے؟ واقعی دل میں یہ عزم اور ارادہ پیدا ہوا ہے کہ اللہ کے احکام پر ہمہ تن کاربند رہوں گا، اس کا کوئی حکم نہیں ٹالوں گا، اس کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہیں کروں گا! اللہ کا دین تو ہمارے پاس ایک امانت ہے اور ہمارے کاندھوں پر اس کی ذمہ داری ہے کہ ہم اسے دوسروں تک پہنچائیں، اس کی تبلیغ کریں، اس کی دعوت دیں اور اس کے غلبہ کی جدوجہد کریں۔ کیا واقعی یہ جذبہ ابھرا ہے کہ ہم تن من دھن لگادیں گے، گردنیں کٹوا دیں گے لیکن اللہ کے دین کو غالب کریں گے! اگر یہ ہوا ہے تو مبارک ہے۔ پھر تو آپ نے رمضان المبارک سے صحیح استفادہ کیا ہے۔ اور اگر نہیں ہوا تو---- برا نہ مانئے گا---- نیکیاں کمانے اور تقویٰ حاصل کرنے کا موسم بہار آیا اور چلا گیا---- اس سے آپ نے کوئی

استفادہ نہیں کیا' ایک رسم ہے جو ادا کر لی گئی' فاقے ہیں جو کر لئے گئے ہیں' حقیقت میں یہ روزے نہیں ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کا ایک فرمان سن لیجئے: "کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صَوْمِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ" یعنی "کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔" اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہم اس شعر کا مصداق بن رہے ہوں۔

اس آرزو کے باغ میں آیا نہ کوئی پھول
اب کے بھی دن بہار کے یوں ہی گزر گئے

تو یہ بہار کے دن نکلے جا رہے ہیں۔ اب اس ماہ مبارک کا آخری عشرہ رہ گیا ہے۔ اللہ توفیق دے تو اب بھی موقع ہے کہ ان دس دنوں سے بھرپور استفادہ کریں اور آگ سے بچنے کا سامان کریں۔ نبی اکرم ﷺ نے شعبان کے آخری دن جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا اس کے آخر میں یہی الفاظ آتے ہیں: "وَھُوَ شَھْرٌ اَوَّلُہٗ رَحْمَۃٌ وَّاَوْسَطُہٗ مَغْفِرَۃٌ وَّاٰخِرُہٗ عِتْقٌ مِنَ النَّارِ"۔ یعنی اس ماہ رمضان کے تین عشرے ہیں۔ پہلا رحمت ہے' دوسرا مغفرت ہے اور تیسرا جہنم سے نجات پانے کا ذریعہ ہے۔ گویا یہ آخری عشرہ گردنوں کو آگ سے چھڑا لینے کا بہترین موقع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عشرے کی برکات سے مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

عباداتِ رمضان کا نقطۂ عروج : اعتکاف

اس آخری عشرے میں ایک خاص عبادت ہے' جسے یوں سمجھنا چاہئے کہ وہ رمضان المبارک کے پورے پروگرام کا نقطۂ عروج ہے۔ جس طرح ہر چیز تدریجاً ترقی کرتی ہے اور ایک نقطۂ عروج و کمال کو پہنچ جاتی ہے اسی طرح رمضان المبارک کے پروگرام کا بھی ایک عروج ہے اور وہ عروج ہے "اعتکاف"۔ اللہ کے فضل و کرم سے اب پھر اعتکاف کا چرچا اور اس کا شوق بڑھ رہا ہے۔ نوجوان بھی بڑی تعداد میں اس مسنون عبادت کو بڑے ذوق و شوق سے ادا کرتے نظر آتے ہیں۔ لیکن اگر اس اعتکاف کی اصل حقیقت نگاہوں کے سامنے نہ ہو تو نہ اس کا حق ادا ہوتا ہے اور نہ اس سے صحیح طور پر استفادہ ممکن ہوتا ہے۔

اچھی طرح جان لیجئے کہ اعتکاف در حقیقت ارتکازِ توجہ کا نام ہے۔ کسی حقیقت پر توجہ کو مرتکز کرنا' یہ ہے اعتکاف کا اصل حاصل۔

قرآن میں اعتکاف کا ذکر

قرآن مجید میں اعتکاف کا ذکر یا تو سورۃ البقرہ کے ۲۳ویں رکوع کی پانچویں آیت (البقرہ : ۱۸۷) میں آیا ہے جس میں رمضان اور روزے کے معاملات زیر بحث آئے ہیں : "وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَاَنْتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ" یا پھر سورۃ البقرہ کے پندرہویں رکوع میں اس کا ذکر موجود ہے کہ ہم نے حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام سے عہد لیا کہ تم ہمارے اس گھر (بیت اللہ) کو طواف کرنے والوں' اعتکاف کرنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لئے پاک صاف رکھنا : "وَعَهِدْنَا اِلٰى اِبْرَاهِيمَ وَاِسْمَاعِيلَ اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْعٰكِفِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ○" مزید بر آں سورۃ الحج میں بھی یہ لفظ قریباً اسی سیاق وسباق میں وارد ہوا ہے۔ اس کے علاوہ یہ لفظ قرآن میں کثرت سے بت پرستوں کے لئے آیا ہے۔ آپ میں سے بہت سے لوگ یہ سن کر یقیناً حیران ہوں گے لیکن میں ابھی اس کی وضاحت کر دوں گا۔ سورۃ الاعراف (آیت ۱۳۸) میں فرمایا : "وَجَاوَزْنَا بِبَنِي اِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَاَتَوْا عَلٰى قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلٰى اَصْنَامٍ لَّهُمْ "یعنی "اور پار اتار دیا ہم نے بنی اسرائیل کو تو پہنچے ایک قوم پر جو پوجنے میں لگ رہے تھے اپنے بتوں کے"۔ پھر سورۃ الانبیاء میں ایک مرتبہ اور سورۂ طٰہٰ میں دو مرتبہ یہ لفظ بت پرستوں کے لئے استعمال ہوا۔ مزید یہ کہ سورۃ الشعراء (آیت ۷۱) میں یہ مضمون بایں الفاظ آیا : "قَالُوا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ○ "یعنی "ان کافروں نے (حضرت ابراہیمؑ سے) کہا ہم ان مورتیوں کو پوجتے ہیں' پھر دن بھر انہی کے پاس لگے بیٹھے رہتے ہیں۔" بت پرستوں کا یہ اعتکاف کیا ہے؟ ہندی کے دو الفاظ آپ میں سے اکثر حضرات نے سن رکھے ہوں گے : گیان اور دھیان --- "گیان" کہتے ہیں معرفت کو اور "دھیان" ہے توجہ کا ارتکاز' یعنی جسے بھی اپنا معبود مانا ہے اس سے لو لگانا۔ ہوتا یہ ہے کہ انسان اس حیاتِ دنیوی

میں کسی عقیدے کو ذہناً قبول تو کر لیتا ہے کہ یہ بات صحیح ہے' لیکن اس کی طرف اس کی کامل توجہ نہیں رہتی۔ پیٹ کا دھندا ہے' بال بچوں کی پرورش اور تعلیم کی فکر ہے اور بہت سے ذاتی' نجی اور گھریلو مسائل اسے گھیرے رکھتے ہیں۔ نتیجۃً زندگی کے اصل حقائق اس کے سامنے نہیں رہتے۔ اقبال کے اس خوبصورت شعر میں انسان کی اسی گمشدگی کا بیان ہے۔

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہیں آفاق

بندۂ مومن کا دنیا سے تعلق

مومن وہ ہوتا ہے جو اسی دنیا میں رہتے ہوئے اس سے بالاتر ہو کر رہتا ہے۔ اس کی کیفیت گویا ؏ "بازار سے گزرا ہوں' خریدار نہیں ہوں" والی ہوتی ہے۔ مومن کی اصل دلچسپیاں اس دنیا سے وابستہ نہیں ہوتیں' اس کا دل کہیں اور اٹکا ہوتا ہے۔ جیسے ایک حدیث میں الفاظ آئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سات قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ حشر کے میدان میں خاص اپنے عرشِ عظیم کے نیچے پناہ دے گا' اس حال میں کہ اس دن کہیں اور سایہ نہیں ہو گا : "سَبعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِي ظِلِّهٖ يَومَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّه" ان سات میں ایک کی کیفیت ان الفاظ میں بیان ہوئی : "وَرَجُلٌ قَلبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ" یعنی "وہ شخص جس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہے"۔ مسجد سے نکلتا تو ہے' ضروریاتِ زندگی کے لئے کاروبار دنیا میں حصہ بھی لیتا ہے لیکن اس میں اسے دلی انہماک حاصل نہیں ہوتا گویا وہ اپنا دل مسجد ہی میں چھوڑ جاتا ہے۔ مجبوراً باہر نکلتا ہے لیکن گوش بر صدائے اذان رہتا ہے۔ چنانچہ جیسے ہی کانوں میں اذان کی آواز پڑی' دھندا بند کیا' اسے چھوڑا اور مسجد کی طرف لپکا۔ لیکن ہماری کیفیت تو یہ ہے کہ دل تو دنیا سے لگا ہوا ہے اور ہماری پوری کی پوری توجہ دنیا اور اس کے جھمیلوں میں الجھی رہتی ہے۔

اعتکاف کا اصل مقصود

رمضان کے پروگرام کی معراج یہ ہے کہ انسان آخری عشرے میں دنیا سے کٹ جائے۔

پہلے دو عشروں میں تم نے دن کا کھانا پینا چھوڑا' بھوک اور پیاس برداشت کی' رات کا زیادہ حصہ قرآن' نوافل اور ذکر و اذکار کے ساتھ جاگتے رہے' اب اس کا نقطۂ عروج یہ ہے کہ آخری عشرے میں دنیا سے کٹ جاؤ۔ دس دن کے لئے اللہ کی چوکھٹ پر آ کر بیٹھ جاؤ۔ دن میں روزہ رکھو اور رات کے زیادہ سے زیادہ حصہ میں اللہ کی یاد میں اپنے آپ کو گم کر دو تاکہ انسان کا جو معمول بن جاتا ہے' وہ ٹوٹے۔ آپ کو معلوم ہے کہ انسان اپنے روزمرہ کے معمولات کا غیر شعوری طور پر بھی اس طرح عادی ہو جاتا ہے کہ ایک روٹین بن جاتی ہے' اس کا ایک چکر آپ سے آپ چلتا رہتا ہے۔ اس روٹین کو دس روز کے لئے توڑو اور آؤ اللہ کے گھر میں آ کر بیٹھو' آؤ اس سے لو لگاؤ۔ یہ ہے دراصل اعتکاف کا مقصود! اصل محرومی یہ ہے کہ جو حضرات ہر سال مساجد میں اعتکاف کرتے ہیں ان کی اکثریت اس کی روح سے واقف نہیں ہے۔ اعتکاف کے لئے مسجد میں مقیم ہیں' لیکن گپیں بھی ہو رہی ہیں' دنیوی گفتگوئیں بھی ہو رہی ہیں۔ یہ باتیں اگرچہ حرام نہیں ہیں کہ کوئی آپ سے ملنے آئے اور اگر ضرورت ہو تو آپ سے کوئی مشورہ بھی کر لے۔ لیکن ایک ہے کسی چیز کا جائز ہونا اور ایک ہے اس کی اصل روح۔ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس اعتکاف کی اصل روح یہ ہے کہ ان دس دنوں کے لئے انسان اپنے آپ کو دنیا کے جھمیلوں سے منقطع کر لے۔ انسان پر اس دنیا کے مسائل کا جو غلبہ رہتا ہے اس سے اپنے آپ کو آزاد کرے۔ اپنی توجہات کا رخ دنیا سے ہٹا کر اپنے مالک کی طرف موڑ لے۔ اگر اعتکاف میں بھی اہل و عیال' مال و منال اور کاروبار کی فکر ذہن و قلب پر مسلط رہے اور یہاں بیٹھ کر بھی تمام معاملات کے لئے ہدایات جاری ہوتی رہیں' تو خود سوچئے کہ مسجد میں معتکف ہونے کا کیا فائدہ ہوا؟ آدمی سفر پر جاتا ہے تو وہاں سے بھی ٹیلی فون' ٹیلی گرام اور ٹیلیکس کے ذریعہ سے یہ کام کرتا ہی رہتا ہے۔ تو اگر یہی کام وہ اعتکاف کی حالت میں بھی کرتا رہے تو کیا فرق واقع ہوا؟! اعتکاف فرض تو ہے نہیں کہ ہر حال میں ادا کرنا ہے' خواہ طبیعت آمادہ ہو یا اس پر جبر کرنا پڑے۔ نماز چونکہ فرض ہے اس لئے بہر حال ادا کرنی ہے' چاہے حالتِ نماز میں کتنے ہی وسوسے آئیں' اس سے مفر نہیں۔ لیکن نفل نماز کے بارے میں تو مسئلہ یہ ہے کہ اگر طبیعت آمادہ ہو' اس میں نشاط ہو' دل لگتا ہو تو ادا کرو' اس کو زبردستی اپنے اوپر فرض نہ کر

لو۔ یہی معاملہ اعتکاف کا ہے۔ اگر طبیعت اس کی پابندیاں قبول کرنے پر آمادہ ہو تو اعتکاف کیجئے! یہ فرض نہیں ہے۔ البتہ مسنون ہے اور نبی اکرم ﷺ اس کی بڑی پابندی فرمایا کرتے تھے۔ اس کی اصل روح "تبتُّل اِلی اللّٰہ" ہے' جیسے سورۃ المزمل میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا: "وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۞" (آیت نمبر۸) "اور ذکر کئے جاؤ اپنے رب کے نام کا۔ اور چھوٹ کر چلے آؤ اس کی طرف سب سے الگ ہو کر۔" چنانچہ اعتکاف میں اللہ کا ذکر ہو' اس کی یاد کو دل میں نقش کالحجر بنانے کی شعوری کوشش ہو' اس سے دعا ہو' استغفار ہو' قرآن مجید کی زیادہ سے زیادہ تلاوت ہو' اس پر تدبر ہو۔ الغرض ان ایام کے لئے یکسر نئے معمولات ہوں۔

اعتکاف کی حج سے مماثلت

میں اس موقع پر اختصار سے عرض کروں گا کہ حج میں بھی اسی طور سے معمولات کو بدلنے کا معاملہ ہوتا ہے۔ حج کے متعلق آپ حضرات نے یہ الفاظ تو سنے ہوں گے کہ "اَلحَجُّ العَرفة" یعنی حج کا رکنِ رکین وقوفِ عرفہ ہے۔ اگر وہ فوت ہو گیا تو حج نہیں ہوا۔ باقی کوئی رکن رہ جائے تو اس کا بدل ہے' اس کی قضا ہو سکتی ہے' اس کے لئے دَم دیا جا سکتا ہے' اس کے لئے روزے رکھے جا سکتے ہیں' لیکن اگر وقوفِ عرفہ نہیں ہوا تو حج نہیں ہوا۔ یہ اس کی شرطِ لازم ہے۔ جن لوگوں کو حج کی سعادت نصیب ہوئی ہے وہ جانتے ہیں کہ اس میں عجیب حکمت رکھی گئی ہے کہ جس طرز کی عبادت کے لوگ عادی ہو چکے ہوتے ہیں' وہ وہاں بند کر دی گئی ہے۔ عرفہ میں کوئی نماز نہیں۔ ظہر کے ساتھ ہی عصر پڑھ کر عرفہ میں داخل ہوتا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ بہت سے لوگ عرفات میں جا کر نمازِ ظہر و عصر پڑھ لیتے ہیں۔ پھر یہ کہ سورج غروب ہونے کے فوراً بعد عرفہ سے روانگی ہے' لیکن مغرب کی نماز وہاں پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ مغرب کی نماز کافی تاخیر سے مزدلفہ میں جا کر ادا کرنی ہوتی ہے اور اس کے فوراً بعد عشاء کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ اب یہ بظاہر عجیب بات ہے۔ لوگ تو ہر نماز اس کے وقت پر پڑھنے کے عادی ہو چکے ہوتے ہیں' ظہر اپنے وقت پر' عصر اپنے وقت پر اور ادھر سورج غروب ہوا ادھر مغرب کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ وہاں

آپ سورج غروب ہونے سے قبل عرفہ سے جا نہیں سکتے۔ جو لوگ جاتے ہیں وہ غلط کرتے ہیں۔ یہ فرق کیوں ہے؟ تاکہ وہ معمول (ROUTINE) والی عادت جو مزاج کا جزو بن گئی ہے' اسے ختم کر کے' اس کے برعکس کام کرایا جائے۔ وقوفِ عرفہ کی اصل حکمت یہ ہے کہ اگر واقعی اللہ کی طرف انابت ہے تو لوگ وہاں اللہ سے زیادہ سے زیادہ دعا کریں۔ جس طرح چاہیں اس سے مناجات کریں' اس ہم کلام ہوں' اس سے لو لگائیں' اس سے عفو و مغفرت طلب کریں۔ یہ ہے وقوفِ عرفہ کی اصل غرض و غایت۔

یہی ہے اس اعتکاف کی اصل روح کہ آدمی اپنے معمولات سے منقطع ہو کر اللہ کے گھر میں آکر ڈیرا لگالے۔ وہ ہو اور اس کی تمام تر توجہات کا مرکز و محور اللہ کی یاد بن جائے' ہر آن اسی سے لو لگی رہے اور دس دن تک عملاً یہ نقشہ ہو کہ "یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ" یعنی اللہ ہی کی یاد ہو کھڑے بھی' بیٹھے بھی اور کروٹ کے بل لیٹے بھی۔ اللہ کے ذکر سے آپ کے قلب کو وہ اطمینان' راحت اور سکون ملے گا جس کے سامنے ساری دنیا ہیچ ہے۔ خود باری تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے : "اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ' اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○.... "جو لوگ ایمان لائے اور ان کے دل اللہ کی یاد سے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ دل اللہ ہی کی یاد سے اطمینان و سکون پاتے ہیں۔" دلِ مضطر ذکرِ الٰہی کے ذریعے ہی مکروہاتِ دنیا کے تکدر سے پاک ہو کر اطمینان حاصل کر سکتا ہے۔ بقول اکبر الٰہ آبادی ؎

منتشر رہتا ہے مکروہاتِ دنیا سے بہت
اس دلِ مضطر کو یا اللہ اطمینان دے!

درحقیقت اعتکاف کی مسنون عبادت کا مقصود ہی یہ ہے کہ مکروہات اور مسائلِ دنیا سے ذرا تعلق منقطع کرو اور اللہ سے لو لگاؤ' اسی کی طرف توجہات کا ارتکاز کرو' اس سے مناجات کرو' اس سے مغفرت طلب کرو' اس سے پچھلے گناہوں کی معافی چاہو۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جو آخری عشرے کے لئے مساجد میں معتکف ہو رہے ہیں' توفیق عطا فرمائے کہ اعتکاف کی اس مسنون عبادت کا حق ادا کریں۔

اعتکاف میں لیلۃ القدر کا حصول

معتکف حضرات کو اس مسنون عبادت کے اجر و ثواب کے ساتھ ایک عظیم عبادت کی سعادت بلا تکلف نصیب ہو جاتی ہے' جس کی فضیلت کے بیان میں قرآن مجید کی ایک مکمل سورۃ مخصوص ہے' یعنی لیلۃ القدر۔ یہ وہ رات ہے جس میں قرآن مجید لوح محفوظ سے سمائے دنیا پر نازل کیا گیا تھا۔ بعد میں دعوتِ توحید جن مراحل سے گزرتی رہی' انہی اعتبارات سے اللہ تعالیٰ کے حکم سے قرآن مجید کو حضرت جبرئیل علیہ السلام قلبِ محمدی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل فرماتے رہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی ترتیب نزولی اور ہے اور جو مصحف ہمارے ہاتھوں میں ہے اس کی ترتیب اور ہے۔ مصحف کی ترتیب لوح محفوظ کے مطابق ہے اور اسی ترتیب سے نبی اکرم ﷺ نے قرآن مجید امت کو دے کر اس دنیا سے "الرفیق الاعلیٰ" کی طرف مراجعت فرمائی تھی۔

حضور ﷺ نے شعبان کی آخری تاریخ میں رمضان المبارک کی عظمت سے متعارف کرانے کے لئے جو خطبہ دیا تھا' اس خطبے میں الفاظ آتے ہیں : "شَهْرٌ عَظِيمٌ شَهْرٌ مُبَارَكٌ شَهْرٌ فِيهِ لَيْلَةٌ خَيْرٌ مِنْ أَلْفِ شَهْرٍ"۔ یعنی "یہ بڑا عظمت والا مہینہ ہے' بڑا بابرکت مہینہ ہے' اس مہینہ میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے"۔ اس لیلۃ القدر کے متعلق دوسری احادیثِ صحیحہ میں آتا ہے کہ یہ رات آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ہوتی ہے' ان میں اسے تلاش کرو۔ معتکف حضرات کو اس رات کی تلاش میں خاص تکلف واہتمام نہیں کرنا ہو گا۔ وہ ان شاءاللہ اس رات کی برکات کو پالیں گے۔

لیلۃ القدر کی خصوصی دعا

اس رات کے متعلق حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر مجھے یہ رات نصیب ہو جائے تو میں اس میں اپنے رب سے کیا دعا مانگوں' تو آپؐ نے انؓ کو یہ دعا تلقین فرمائی :

اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّی

"اے اللہ، بے شک تو بہت معاف فرمانے والا ہے اور معافی کو پسند فرماتا ہے پس تو مجھے بھی معاف فرمادے"

اس دعا کی عظمت کا اندازہ اس امر سے لگائیے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی محبوب ترین زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اس کی تلقین فرمائی تھی۔ لہٰذا ان راتوں میں ہم میں سے ہر ایک کو یہ دعا کثرت کے ساتھ پڑھنی چاہئے۔

نفلی اعتکاف

ایک بات مزید عرض کردوں کہ رمضان کے آخری عشرے کے مسنون اعتکاف کے علاوہ اعتکاف کی ایک نفلی شکل بھی ہے۔ آپ ایک دن، ایک رات، ایک گھنٹہ حتیٰ کہ پانچ منٹ کا بھی اعتکاف کرسکتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ جب آپ مسجد میں داخل ہوں تو اعتکاف کی نیت کرلیں۔ اب آپ نے جتنے وقت کی نیت کی ہے، اتنا وقت بس اللہ سے لو لگانی ہے، باقی ہر نوع کی دنیوی باتیں چھوڑ دینی ہیں۔ یہ نفلی اعتکاف ہے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان، نبی اکرم ﷺ امت کے حق میں اتنے شفیق، اتنے رؤف اور اتنے رحیم تھے کہ اتنے مختصر وقت کے لئے اعتکاف کی نیت اور اس پر صحیح عمل پر بھی ہمیں اجر و ثواب کی بشارت دے گئے ہیں۔

رمضان المبارک اس قرآن کے نزول کا مہینہ ہے۔ روزوں سے ہمارے اندر تقویٰ اس لئے پیدا کرنا مقصود ہے کہ تقویٰ نہیں ہوگا تو قرآن سے استفادہ نہیں کرسکو گے۔ یہ "هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ" ہے۔ دن میں روزہ رکھو، رات کو قرآن کے ساتھ زیادہ سے زیادہ جاگو۔ اس سے تمہارے دل کے اندر انابت پیدا ہوگی، رجوع پیدا ہوگا، خشوع پیدا ہوگا، قرآن کی عظمت تم پر منکشف ہوگی۔ پھر جب یہ خشوع انتہا کو پہنچ جائے تو آخری عشرے میں سب سے منہ موڑ کر آؤ اور اللہ کے گھر کے کسی کونے میں اللہ سے لو لگانے کے لئے یکسو ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس سے مناجات کرو، دعائیں کرو، اس کی کتاب مبین کی تلاوت کرو اور ان ذرائع سے اس سے ہم کلامی کا شرف حاصل کرو۔ یہ ہے اعتکاف کی مسنون عبادت

کی روح اور اس کی اصل غرض و غایت۔ اللہ تعالیٰ ہر معتکف کو ان روحانی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

اہلِ پاکستان کے لئے لمحۂ فکریہ

رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ستائیسویں شب خصوصی اہمیت کی حامل ہوتی ہے اور اسلامیانِ پاکستان کے لئے اس کی اہمیت اس اعتبار سے بھی ہے کہ ستائیس رمضان المبارک کو دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت "پاکستان" کے نام سے قائم ہوئی تھی' جسے بعد ازاں ہم نے اپنی بد عملی اور ناہنجاری کے باعث دولخت کرا دیا۔ موجودہ پاکستان وہ نہیں ہے جو ۴۷ء میں قائم ہوا تھا۔ ہمارا ایک بازو ہم سے ٹوٹ چکا۔ اس نے اپنا نام بھی بدل لیا۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے' بہت بڑا حادثہ ہے اور بہت بڑی سزا ہے جو ہمیں اللہ کی طرف سے ملی۔ ہم نے اللہ سے اور خلقِ خدا سے یہ عہد کیا تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیا۔ لاالٰہ الااللہ" لیکن ہم نے اس عہد کی خلاف ورزی کی۔ مادی اعتبار سے ہم نے چاہے کتنی ترقی کی ہو' لیکن واقعہ یہ ہے کہ دینی اور اخلاقی لحاظ سے ہماری حالت بڑی دگرگوں ہے۔ عالم یہ ہے کہ قیام پاکستان کے وقت جو تھوڑی بہت دینی اور اخلاقی اقدار ہماری قوم میں موجود تھیں' ان کا بھی دیوالیہ نکل چکا ہے اور ہم روز بروز دینی و اخلاقی اعتبارات سے انحطاط سے دوچار ہوتے اور پستی میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ سے کئے ہوئے عہد کی خلاف ورزی کے نتائج ہمارے سامنے ہیں۔ ہماری سرحدوں پر کئی اطراف سے خطرات منڈلا رہے ہیں۔ پھر سب سے بڑا خطرہ باہر سے نہیں' اندر سے ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ الانعام (آیت ۶۵) میں اللہ تعالیٰ کے عذاب کی تین قسمیں بیان ہوئی ہیں: "اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِکُمْ اَوْ یَلْبِسَکُمْ شِیَعًا وَّیُذِیْقَ بَعْضَکُمْ بَاْسَ بَعْضٍ" یعنی عذاب یا تو آسمان سے نازل ہوتا ہے' مثلاً آندھی آگئی' طوفان آگیا' کوئی طوفانی بارش آگئی' کوئی سائیکلون آگیا یا اسی طرح کی کوئی اور آسمانی آفت آگئی --- یا ہمارے قدموں سے کوئی عذاب پھوٹ پڑے' مثلاً زلزلہ آجائے' خسف ہو جائے' زمین کو دھنسا دیا جائے' جیسے قارون کو اس

کے محل سمیت دھنسا دیا گیا تھا یا جس طریقہ سے عامورہ اور ثمود کی بستیاں تباہ کی گئیں' یا جس طرح زمین سے چشمہ پھوٹا تھا جس کے پانی اور آسمان کی بارش نے مل کر طوفانِ نوح کی شکل اختیار کر لی تھی۔ عذاب کی دو شکلیں تو یہ بیان ہوئیں کہ آسمان سے نازل ہو یا زمین سے نکلے۔ ان کے علاوہ ایک تیسرا عذاب ہے جس کے لئے اللہ تعالیٰ کو نہ آسمان سے کچھ نازل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ زمین سے کچھ نکالنے کی۔ وہ کیا ہے! وہ بدترین عذاب ہے : اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ...... "تمہیں گروہوں میں تقسیم کر دے اور آپس میں ٹکرا کر ایک دوسرے کی طاقت کا مزا چکھا دے"۔

اس صورت میں آسمان یا زمین سے عذاب بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ایک دوسرے کی طاقت آپس میں آزماؤ۔ ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ایک دوسرے کا گریبان ہو' ایک دوسرے کے خنجر ایک دوسرے کے سینے میں پیوست ہو جائیں' ایک دوسرے کے گھر خود جلائیں' ایک دوسرے کو خود ہی ذبح کریں ---- عذاب کی یہ شکل پہلے مشرقی پاکستان میں آئی۔ وہاں مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کی جان گئی' عزت گئی' آبرو گئی۔ سکھر میں ایک صاحب نے اپنی آپ بیتی مجھے سنائی کہ ہم سترہ افراد تھے جن کو مکتی باہنی کے لوگوں نے پکڑ لیا تھا۔ یہ غنڈے نہیں تھے کیونکہ ہمیں باندھنے والوں نے وضو کیا اور نفل ادا کئے اور دعا کی کہ "اے اللہ' ہم ان کو قتل کر رہے ہیں' تو جانتا ہے کہ یہ ظالم ہیں' انہوں نے ہمارا خون چوسا ہے' انہوں نے ہمارے حقوق غصب کئے ہیں' اس کے بدلے ہم انہیں قتل کر رہے ہیں"۔ اس دعا کے بعد ان سترہ افراد پر گولیاں برسائیں' جن میں راوی بھی شامل تھے۔ ان کو گولی نہیں لگی' لیکن وہ مردہ بن کر گر پڑے اور اس طرح بچ گئے۔ پھر کسی نہ کسی طرح پاکستان آ گئے۔ یہ بدترین عذاب کی شکل ہے۔ یہ "الفتنة الكبرٰى" جو ہمارے یہاں نمودار ہوا۔ میں آپ کو خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ اس بچے کھچے پاکستان میں حالات اسی رخ پر جا رہے ہیں۔ خاص طور پر سندھ اور اس کا ہی نہیں پاکستان کا عروس البلاد کراچی آتش فشاں کے دہانے پر کھڑا ہے۔ کراچی میں پٹھان اور بہاریوں کے درمیان نہایت خونیں اور خوفناک تصادم ہو چکا ہے۔ چھوٹے چھوٹے عذابوں کا مزا اللہ

ہمیں چکھا رہا ہے کہ ہم اب بھی ہوش میں آ جائیں۔ ایک منی بس میں پندرہ سولہ افراد کو جنہوں نے زندہ جلایا تھا وہ جلانے والے کون تھے؟ جلانے والے بھی مسلمان اور جلنے والے بھی مسلمان۔۔۔۔ اس کے بعد روزانہ کسی نہ کسی علاقے اور بستی سے مختلف گروہوں میں مسلح تصادم کی خبریں آ رہی ہیں۔ اسی رمضان کے اوائل میں ان لڑائیوں کی وجہ سے بعض علاقوں میں کرفیو لگ چکے ہیں۔ یہ ایک بڑے طوفان کا پیش خیمہ ہیں [1]۔ یہ اسی عذاب کے آثار ہیں جو مشرقی پاکستان میں اپنی پوری شدت سے آ چکا ہے۔

ہمارے لئے یہ لمحہ فکریہ ہے کہ عذاب کے یہ کوڑے ہماری پیٹھوں پر کیوں برس رہے ہیں؟ معاذ اللہ' اللہ تو ظالم نہیں ہے۔ سورۂ آل عمران (آیت ۱۱۷) میں فرمایا گیا ہے "وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝" یعنی "اللہ نے تو ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔" یہی مضمون سورۃ الاعراف کی آیات ۱۶۰۔ ۱۶۲ اور ۱۷۷ میں ہے۔ مزید بر آں بہت سی سورتوں میں اس کا ذکر ہے۔ پھر سورۂ یونس کی آیت ۴۴ میں یہ بات بڑے واضح انداز میں فرمائی گئی: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝" یعنی "اللہ تو لوگوں پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا' لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔" یہ ہمارے اپنے کرتوت ہیں' ہماری بداعمالیاں ہیں' بقول شاعر ؏ "اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردۂ تست"۔ ہمیں خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے یہ اللہ کی تنبیہات ہیں۔ یہ سب کیوں ہے؟ اسے ایک جملہ میں سمجھ لیجئے۔ جس وعدے پر ہم نے یہ ملک بنایا تھا ہم نے اس کا ایفا نہیں کیا' بلکہ وعدہ خلافی کی ہے۔ ہم نے غداری کی ہے۔ ہم نے اسلام کے لئے یہ ملک بنایا تھا' لیکن ہم نے زبانی کلامی باتوں کے علاوہ اسلام کے نفاذ اور اسلامی نظام کے قیام کی طرف قطعی پیش قدمی نہیں کی' بلکہ ترقی معکوس کی ہے۔ دینی اور اخلاقی حیثیت سے بحیثیتِ قوم و ملت ہم روز بروز گرتے چلے جا رہے ہیں۔ اب اگر ہم اس خوفناک صورت حال سے بچنا

---

[1] خیال رہے کہ یہ تقریر ۳۰ / مئی ۸۶ء کو کی گئی تھی۔ اس کے بعد کراچی جس باہمی مسلح تصادم اور آگ و خون کے دریا سے مسلسل گزر رہا ہے' اس پر ہر دردمند دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ (مرتب)

چاہتے ہیں تو اس کا واحد علاج ایک ہی ہے کہ ایک طرف خود اپنی انفرادی زندگیوں پر اسلام کو نافذ کریں' دوسری طرف اللہ کے دین کو عملاً اس ملک میں قائم کرنے کے لئے صحیح نہج پر جدوجہد کریں۔ اگر ہم اس کام کے لئے بیڑا اٹھالیں تو ہماری بگڑی بن سکتی ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے : "اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ" یعنی "اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو جمادے گا"۔ اللہ کی مدد سے مراد کیا ہے! اللہ کے دین کو قائم و نافذ کرنے کی ہمہ تن' ہمہ وجوہ اور ہمہ وقت جدوجہد کرنا ...... جگر مراد آبادی نے اس مفہوم کی بڑی دلنشین انداز میں ترجمانی کی ہے۔

چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آسکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دین کی خدمت کے لئے قبول فرمالے اور پاکستان کو اسلام کا گہوارہ بنادے تاکہ ہم دنیا کو پاکستان کے ذریعہ سے اسلام کی برکات سے روشناس کراسکیں۔ اَقُولُ قَولِی ھٰذا وَاستغفرُ اللّٰہَ لِی وَلکم وَلِسائر المُسْلِمین وَالمُسلِمَات OO

رمضان المبارک کا عشرۂ اخیرہ اور لیلۃ القدر

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رَسولُ اللّٰہ ﷺ "تَحَرَّوا لَیْلَۃَ الْقَدْرِ فِی الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ" (رواہ البخاری)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا : "شب قدر کو تلاش کرو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں میں"۔

☆ ☆ ☆

عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قَالَتْ کَانَ رسولُ اللّٰہِ ﷺ اِذا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِیزَرَہٗ وَاَحْیٰی لَیْلَہٗ وَاَیقَظَ اَھْلَہٗ (متفق علیہ)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر کس لیتے اور شب بیداری کرتے (یعنی پوری رات عبادت اور ذکر و دعا میں مشغول رہتے) اور اپنے گھروالوں کو بھی جگاتے (تاکہ وہ بھی ان راتوں کی برکتوں اور سعادتوں سے بہرہ مند ہوں)

عالمِ اسلام
کی اقتصادی اور سیاسی صورتحال
ایک چشم کشا جائزہ اور مجوزہ حل

از قلم : اسرار عالم، اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

مغرب و اسلام کا موازنہ :

اٹھارہویں صدی سے لے کر اب تک مغرب کی بالادستی اور تسلط اور عالم اسلامی کی بربادی کا سبب مغرب کی علمی، فکری، سائنسی و صنعتی ترقی کو قرار دیا جاتا ہے جو وہاں نشأۃ الثانیہ کے بعد ظہور میں آئی۔

غلط فہمی :

چنانچہ بعض سنجیدہ مسلمان بھی مسلمانوں کی خلاصی کے لئے مغرب سے مسابقت کی دوڑ میں شریک ہو جانے اور ان کے اصولوں پر اپنے گھر کے استوار کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ چنانچہ ہم جوں جوں ان کی نقالی کرتے گئے ہم اور زیادہ ان کے دام تزویر کا شکار ہو گئے۔ دراصل یہ تجزیہ ہی غلط در غلط تھا، تو تجویز کا غلط ہونا یقینی امر تھا۔ اسے درج ذیل نکات کے تحت اختصار سے بیان کیا جاسکتا ہے :

1۔ نشأۃ الثانیہ کوئی ارتقائی تحریک نہیں بلکہ ایک سازش تھی۔ اس کی موجودہ شکل یہودی تاریخ دانوں کی افسانہ طرازی سے ایسی معلوم ہوتی ہے۔
2۔ عالم اسلام میں قوت حاکمہ کا زوال دراصل سازش سے ہوا، علمی، فکری، صنعتی، سائنسی مسابقت میں شکست کے نتیجے میں نہیں ہوا۔
3۔ عالم اسلام کی قوت حاکمہ کے زوال کے بعد انہیں ہر طرح کی غلامی میں جکڑ دیا گیا۔
4۔ اس غلامی کے باوجود عالم اسلام میں ان تمام راستوں کو مسدود کر دیا گیا اور ان کے

استعمال پر پابندی عائد کردی گئی جن سے مغرب کی علمی فکری' سائنسی اور صنعتی بالادستی کو چشم زدن میں ختم کردیا جا سکتا تھا اور وہ بھی اپنے روایتی ذرائع معلومات سے مغرب کی نقالی کرکے نہیں۔

زوال کے اسباب :

عالم اسلام میں اٹھارہویں 'انیسویں اور بیسوی صدی میں زوال کے آنے اور چھا جانے کے اسباب صرف تین ہیں :-

1۔ اسلامی معاشرے میں اسلامی اخلاقیات کا انہدام۔
2۔ اسلام کے تصور امت کا کمزور پڑ جانا۔
3۔ امت کی اکثریت اور بطور خاص حکمران طبقے کا تصور جہاد سے خالی ہو جانا اور جہاد سے پہلو تہی کرنا اور عوام الناس کے معاشرے کا غیر جہادی ہو جانا۔

چونکہ ہماری بحث کا موضوع بنیادی طور پر اقتصادی صورت حال ہے اس لئے ہم صرف اقتصادی موازین سے بحث کریں گے۔

مغرب کی جس علمی' سائنسی' صنعتی ترقی کی دھوم ہے اور عالم اسلامی کے جس علمی' سائنسی' صنعتی زوال اور پس ماندگی کا چرچا ہے اس کا ایک ہی میزان اقتصادی سے ہم بھی جائزہ لیں اور دیکھیں کہ حقیقت واقعہ کیا ہے۔ ہم درج ذیل شرائط پیش نظر رکھتے ہیں :-

شرائط مطالعہ :

1۔ ایک ایسے وقت کا ذکر ہو جب مغرب کی علمی' سائنسی و صنعتی ترقی اپنے عروج پر ہو۔
2۔ ایک ایسے شعبے کا ذکر ہو جس میں مغرب کی علمی سائنسی و صنعتی ترقی خود وہاں کے دیگر شعبوں سے زیادہ آگے ہو۔

اب ان شرائط کو پیش نظر رکھ کر درج ذیل اقتباسات کا مطالعہ کریں۔

حقائق :

برطانیہ کے ہاؤس آف کامنز نے 1813ھ میں ٹامس منرو (Thomas Munroe)

سے جاننا چاہا کہ آخر انگلینڈ کے صنعتی انقلاب کے کپڑے ہندوستان میں کیوں نہیں بکتے تو اس نے جواب دیا :

"Among the causes which precluded the extended sale of British goods in India he mentioned" the religious and Civil habits of the natives and more than anything else. I am afraid the excellence of their own manufactures.

ایک ہندوستانی شال سات سالوں تک استعمال کرتا رہا پھر کہتا ہے :

have never seen an European Shawl that, I would use, even if it were given to me as I a Present.

(Minutes of Evidence, and Co., on the Affairs of the East India Company (1815) PP – 123 – 172, 172, 196

سوال ہے کہ آخر جب ہم خود صنعتی میدان میں اتنے ترقی یافتہ تھے تو پھر مغرب ہم پر کس طرح غالب آگیا اور ہماری اقتصادیات کیسے تباہ ہو گئی۔ اس کا جواب بھی اس منٹس میں ملتا ہے۔ ہاؤس آف کامنس میں شہادت دیتے ہوئے ایک تاجر جان رینکنگ (John Ranking) نے کہا :

"Can you state what is the ad valorem duty on piece goods solds at the East India House?

"The duty on the class called calicoes is (3,6s, 8d percént upon importation and if they are used for home consumption there is a further duty of 68, 6s, 8d percent.

"There is a another class called Muslims, on which the duty on importation is 10 percent and if they are used for home consumption of 27, 6s, 8d percent."

"There is a third class coloured goods which are prohibited being used in this country, upon which theres a duty upon importation of 3, 6s, 8d percent, they are only for exportation point.

This session of Parliament there has been a new duty of 20 percent on the consolidated duties, which will make the duties on Calicoes used for home comsumption, 78, 6s, 8d percent, upon the muslims for home comsumption 31, 6s, 8d" (Ibid. page 296)

چنانچہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے ایک ڈائرکٹر Henry St. George Tucker نے 1823 میں

لکھا:

"India is thus reduced from the state of the manufacturing to that of an agricultural country

(Memorials of the Indian Govt. being a selection from the papers of Henry St. George Tucker London, 1853 Page 494

یہ غیر متوازن صورت حال آخر کب تک چلتی۔ بایں ہمہ ہزار مشکلات کے باوجود عالم اسلام کے اہل حرفہ اور صنعت کار مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی قوت مدافعت بالکل ٹوٹ گئی یہاں ایک تاریخ دان جو ہم عصر ہے' کا بیان قابل ذکر ہے۔ وہ کہتا ہے :

It is also a melancholy instance of the wrong done to India by the country on which she has become dependent. It was stated in evidence (in 1813) that the cotton and silk goods of India upto the period would be sold for a profit in the British Market at a price of 50 to 60 percent, lower than those fabricated in England, It consequently become necessary to protect the latter by duties of 70 and 80 percent. On their value or by positive prohibitation. Had this not been the case had not such prohibitary duties and decreses existed. The mills of Paisley and Manchester would have been stoped in their outset and could scarcely have been again set in motion, even by the power of steam. They were created by the scrifice on the Indian manufacture. Had India been independent she would have retaliated, would have imposed prohibitive duties upon British goods and would thus have preserved her own productive industry from annihilation. This act of self defence was not permitted her. She was at the mercy of stranger: British goods were forced upon her without paying any duty, and the foreign manufacturer employed the arm of Political in justice to keep down and ultimately strangled competitor with whom he could not have contended on equal terms."

(Mill History of British India, H.H. Wilson's continuation, Book I, Chapter 8 note)

مغرب کی علمی فکری' سائنسی اور صنعتی ترقی اور عالم اسلام کے زوال کا حال اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ ہاں اس سازش کے نتیجے میں اور اپنی بعض کوتاہیوں کے سبب جن کا

تذکرہ اوپر کیا گیا جب عالم اسلام غلام ہو گیا اور اس کی قوت بکھر گئی تو پھر ہر طرح کا علمی فکری سائنسی و صنعتی ادبار ان پر مسلط کر دیا گیا' ورنہ واقعہ یہ ہے کہ اٹھارہویں صدی کے اواخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں جتنے بڑے اور اونچے علمی' فنی' سائنسی اور صنعتی کارنامے عالم اسلام میں ہو رہے تھے مغرب میں ہونے والے کارنامے ان کے پاسنگ کے برابر بھی نہیں۔ ہاں آج ان پر تاریخ کی گرد پڑ چکی ہے اور ہماری ذہنی مرعوبیت نے انہیں اور ذلیل کر دیا ہے۔ ورنہ اس عہد میں عالم اسلام میں کام کرنے والے رصد گاہوں اور مغرب کے رصد گاہوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ تنہا شاہ کلیم علیہ الرحمۃ کے گھرانے میں Mathematics,AstroPhysics,Physics کی جو تصنیفات ہو رہی تھیں ان کا کیا کوئی جواب اس وقت کے یورپی تصنیفات میں ہے؟ اور کل کی بات تو الگ رہی' ممکن ہے کل کی باتوں پر آج کسی کو یقین نہیں بھی آسکتا ہے' خصوصی طور پر ایسی حالت میں جب مرعوبیت عام ہو لہٰذا آج کی ایک تازہ مثال کافی ہو گی۔ اگر عالم اسلام مغرب سے علمی فکری' سائنسی اور صنعتی دور میں واقعی پیچھے ہے تو آخر مغرب کا یہودی نظام بالجبر اس عمودی توازن کو قائم رکھنے کی کوشش کیوں کر رہا ہے۔

اگر صرف دس سالوں تک علم کے کسی بھی میدانوں میں آزادانہ کام کریں تو دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ مغرب عالم اسلام سے کتنا آگے ہے۔ بلاشبہ ایک سازش اور ایک کوتاہی کے سبب یقیناً ایسا ہوا کہ ایک فریق دوسرے کو باندھ کر بے دست و پا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے' ورنہ دونوں کی صلاحیتوں میں کوئی فرق نہیں۔

انحطاط کی تاریخ :

یہودیوں کی اس عالمی فتنہ مال کی سازش کے تعلق سے عالم اسلام کے انحطاط کی تاریخ دو حصوں میں منقسم کی جاسکتی ہے۔

دو عہد :

1۔ عہد انہدام (1600-1923)

2۔ عہد انضمام (?۔1924)

انہدام کے ادوار :

عالم اسلام کا عہد انہدام وہ زمانہ ہے جب یہودیوں نے عالم اسلام میں نفوذ حاصل کرکے اسے ڈھانا شروع کیا اور خود عالم اسلام اپنی کمزوریوں' بروقت کارروائی کے فقدان اور جہاد سے بے توجہی کے سبب سے روکنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ یہ مدت خود مختلف ادوار پر مشتمل ہے جو درج ذیل ہیں :

1۔ دور اول :(1799۔1498) جب یہودیوں کی کمپنیاں عالم اسلامی میں وارد ہوئیں۔ بحرہند' بحراحمر اور بحر متوسط پر ان کا تسلط ہو گیا' یہاں تک کہ مشرق وسطیٰ میں مصر اور بلاد مشرق میں ہندوستان میں موثر مزاحمت ختم ہو گئی۔ 1798 میں نپولین نے مصر کے نیل پر قبضہ کیا اور 1799 میں ٹیپو سلطان کی شہادت ہو گئی۔

2۔ دور دوم :(1857۔1800) یہ وہ مدت ہے جب یہودی قوت اسلامی Heartland میں داخل ہو گئی اور پوری طرح موثر ہو گئی۔ کریمیا 1854 میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے جاتا رہا۔ ہندوستان پوری طرح برطانوی اقتدار کا حصہ بن گیا۔

3۔ دور سوم :(1923۔1859) یہ وہ خطرناک عہد ہے جب یہودیوں نے عالم اسلامی کو پوری طرح اپنی گرفت میں لے کر اس کے کلی انہدام کی کوشش کی۔ حبہ صیہون (Hibbot Zion) سے صیہونیت (Zionism) کا سفر اسی مرحلے میں طے کیا گیا۔ بالآخر اسلام کا سیاسی' معاشی' معاشرتی' اجتماعی' فقہی اور اقامتی نظام 1923 میں منہدم کر دیا گیا' یعنی خلافت کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی اسلام کا 99% فقہی نظام اور اسلامی نظام Islamic order جسے زمانہ نبوی میں قائم کیا گیا تھا ختم ہو گیا۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے الفاظ میں اب وہ خلیفہ نہیں رہ گیا جو جماعت مسلمین کے مصالح کے لئے ناگزیر ہے' جو اس کے بغیر کوئی دوسرا نہیں کر سکتا جن کا تعلق سیاست المدنیہ سے بھی ہے اور ملت وجود سے بھی۔ گویا حضرت رسول اللہ ﷺ نے زندگی کے چار شعبوں کو جس منصب میں جمع فرمایا تھا یعنی باب المظالم' باب الحدود' باب

القضاء اور باب الجہاد جو زمین پر اظہار دین کی علامت تھا وہ بکھر گیا۔

ساری فقہ جزوی اور بالقوۃ مفلوج ہو کر رہ گئی۔ نہ اقامت صلوٰۃ ہے۔ نہ احکام ملت سے استفادہ، نہ تعظیم شعائر، نہ عرضہ مسلم، نہ ظہور شوکت، نہ اجتماع جنود، نہ تنویہ ملت۔ نہ حلال و حرام، نہ امر بالمعروف، نہ نہی عن المنکر، نہ تصور دار الاسلام، نہ تصور دار الحرب۔ کوئی دروازہ کھلا نہیں رہ گیا، نہ باب المظالم، نہ باب الحدود، نہ باب القضاء نہ باب الجہاد۔

(2) عہد انضمام (?-1924)

انضمام کے ادوار:

نظام اسلامی کے بکھر جانے کے بعد یہودیوں نے سارے عالم اسلام کو اور اس کے اندر پائے جانے والے انفرادی اور اجتماعی اداروں کو اپنے عالمی یہودی نظام میں ضم کرنا شروع کر دیا۔ ہم عہد انضمام سے گزر رہے ہیں۔ یہ عہد انضمام دو حالتوں پر مشتمل ہے۔

(1) رضاکارانہ انضمام (2) جبری انضمام

ہمارے بعض اشخاص اور ادارے از خود اسلامی نظام چھوڑ کر یہودیوں کا اتباع کر رہے ہیں اور رضاکارانہ طور پر خود کو عالمی یہودی نظام کا حصہ بنا رہے ہیں۔

تو دوسری طرف جو اب بھی مزاحمت کر رہے ہیں انہیں یہودی بزور اپنے نظام کا حصہ بنانے پر مجبور کر رہے ہیں۔

یہ دور بھی کئی حصوں پر مشتمل ہے۔

1۔ دور اول: (1945 - 1925) جب یہودی اپنے عمیلوں کی مدد سے اس بات میں پورے کامیاب ہو گئے کہ ٹوٹی ہوئی خلافت کو دوبارہ قائم کرنے کی ہر آواز دبا دی جائے اور اس ادارے کو از سر نو استوار ہونے کی ہر گنجائش ختم کر دی جائے۔

2۔ دور دوم: (1973 - 1946) جب یہودی دور اول کے تجربہ کی روشنی میں پوری طرح مطمئن ہو گئے اور اپنے دیرینہ منصوبہ کی تکمیل کی طرف بڑھے۔ اسرائیل کا قیام 1948 میں، مسجد اقصیٰ پر قبضہ 1967 میں، مسجد اقصیٰ کو آگ لگا کر تباہ کرنے کی

کوشش 1969 میں 'مسجد اقصیٰ کو اندر سے کھو دڈالنے کی کوشش اسی دوران ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک بڑا واقعہ 1973 کا تیل کی ناکہ بندی کا ہوا جس سے یہودیوں کو اپنے منصوبے میں ایک بڑے نقص کا علم ہوا۔

3- دور سوم :(1974-1991) یہودیت اور اسلام کی کشمکش میں یہ دور نہایت ہنگامہ خیز اور بے یقینی کا رہا۔ یہودیوں کی یلغار سے نہ صرف یہ کہ عالم اسلام بے دم ہو گیا بلکہ اسلام کی اچانک ابھر آنے والی قوت مدافعت سے یہودیت بھی ہراساں ہو گئی۔ لیکن ایک طرف یہودیوں کی سوچی سمجھی اسکیم اور تیاری اور دوسری طرف مسلمانوں کی بے ہنگم قیادت اور کوششیں۔ اس دور میں چار غیر معمولی واقعات ہوئے جن میں ہر ایک کا تعلق دنیا کی اس عظیم تبدیلی سے ہے جس کا ہم آج مشاہدہ کر رہے ہیں۔ یہ چار واقعات ہیں :

1- 6 اکتوبر 1973 کو مصر کا اسرائیل پر حملہ اور 17 اکتوبر کو OPEC کا اسرائیل کے حامیوں کو تیل کی سپلائی پر پابندی۔

2- صرف تین مہینوں کے اندر اندر عربوں کے پاس ساری دنیا سے سمٹ کر بے پناہ دولت کا جمع ہونا۔

3- 1973 تا 1975 کے دوران اس کا انکشاف ہونا کہ عربوں نے اس بے حد و حساب دولت کو یہودیوں کے عالم مالی نظام میں نفوذ کے لئے بطور ہتھیار استعمال کیا ہے۔

4- اور 1979 میں مغرب کی عالم اسلام کے قلب میں سب سے بڑی عمیل مملکت کا خاتمہ اور وہاں اسلامی انقلاب کا برپا ہو جانا۔

ان میں سے تمام باتوں کا مفصل ذکر ان شاء اللہ بعد میں آئے گا۔ ان واقعات نے یہودی عالمی نظام کو ہلا کر رکھ دیا اور انہوں نے بالآخر نئی صف بندی اور نئی مورچہ بندی کرنے اور عالم اسلام کو کلیۃً تباہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے اس کا بھی فیصلہ کیا کہ عالم اسلام کو کلی طور پر ضم کر لیا جائے۔ 1991 کی جنگ خلیج اور بعد کی کوششوں کا فیصلہ 1980 میں لے لیا گیا تھا۔

فتنہ مال کا حملہ :

انیسویں اور بیسویں صدی میں اسلام اور عالم اسلام پر یہودیوں کے حملے کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات نظر آتی ہے کہ انہوں نے مذکورہ دو طریقوں یعنی تعقلیت (Rationalisation) اور اس کے شعبوں سیکولرائزیشن' ڈیماکریٹائزیشن اور کمرشیالائزیشن اور مردم سازی (Humanisation) کا استعمال تین نظاموں کو ختم کرنے اور تباہ و برباد کر دینے کے لئے کیا۔ وہ تین نظام ہیں :

تین نظاموں کا خاتمہ :

1۔ نظام عقائد (2) نظام اجتماعیت و امت 3۔ نظام معاش

نظام عقائد :

نظام عقائد کی تباہی کے لئے انہوں نے اس بات کی کوشش کی کہ یا تو مسلمان اپنے اصولیات دین سے خود براءت کا اعلان کر دیں یا انہیں قرآن اور سنت اجماع اور قیاس کے بجائے تعقلیت کی بنیاد پر استوار کریں۔

نظام اجتماعیت :

نظام اجتماعیت و امت کی تباہی کے لئے انہوں نے نظام خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ اور اجتماعیت کی ہر شکل یعنی اوپر سے نیچے تک یعنی اقامت جہاد سے لے کر اقامت صلوٰۃ تک کی ہر شکل کو ختم کرنے کے لئے کوشاں رہے اور ہیں۔

نظام معاش :

نظام معاش کی تباہی کے لئے انہوں نے اس بات کی پوری کوشش کی اجتماعی اور انفرادی ہر دو سطح پر (اور تقریباً %99 اس میں کامیاب بھی ہوئے) کہ عالم اسلام سے نظام

حلال و حرام اور نظام متاع و استمتاع کا خاتمہ کر دیا جائے۔

یہودی کامیابی :

لہٰذا وہ اس میں پوری طرح کامیاب ہو گئے۔ 1600 سے 1923 تک کی مدت میں اسلام کے نظام عقائد' نظام اجتماعیت و امت اور نظام معاش کلیتاً ٹوٹ چکے ہیں۔ کم از کم اجتماعی اور ملی سطح پر تو بالکلیہ ٹوٹ چکے ہیں۔ جہاں تک انفرادی سطح کی بات ہے تو وہاں بھی وہ سخت بے دخلی کا دباؤ (Pressure of Marginalisation) محسوس کر رہے ہیں۔ اسلام کا نظام رزق یعنی متاع طیب کا نظام تباہ برباد ہو کر رہ گیا ہے۔ اپنی معلومات کی حد تک میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ شاید ہی کوئی مسلمان دنیا میں ایسا ہو گا---- ممکن ہے کوئی غاروں میں چھپا ہو جو حرام متاع سے استفادہ نہ کر رہا ہو---- خواہ غذا' لباس' دوا' رہائش' معاملات' کسب و ادا کسی شکل میں ہو۔

اس طرح یہودیوں نے پوری دنیا میں اور زندگی کے ہر پہلو کے اعتبار سے اور بطور خاص نظام معاش میں Globalisation of System کر رکھا ہے۔ اور وہ نہایت سرعت سے Total Globalisation کی طرف جا رہے ہیں۔

یوں تو 1973 سے قبل تیل کی دولت سے مالا مال عرب ممالک اپنی دولت کا استعمال یہودیوں کے ذریعہ ہی کرتے تھے اور یہودی عربوں کی دولت سے اپنے عالمی نظام کو مستحکم کر رہے تھے' کویت کی ساری دولت برطانیہ میں بینک آف انگلینڈ اور نیویارک میں عظیم ترین یہودی بینکار Rockefeller کے مشہور زمانہ Citibank اور Chase کے حوالے ہو جاتی تھی۔ اور سعودی عرب کی دولت تین یہودی بینکار' انگلینڈ میں Mildland اور نیویارک میں Morgan Chase کے حوالے ہو جاتی تھی---- لیکن 1973 میں حالات نے عجیب صورت اختیار کر لی۔ 6/ اکتوبر 1973ء کو مصر نے اسرائیل پر حملہ کر دیا۔ 17/ اکتوبر کو شاہ فیصل مرحوم کی قیادت میں تیل بر آمد کرنے والے ملکوں کی تنظیم OPEC نے اسرائیل کے تمام حلیفوں بشمول امریکہ کو تیل کی سپلائی بند کر دی۔ یہ ایک بڑا اور جرأت مندانہ اقدام ضرور تھا لیکن بہت سوچا سمجھا نہیں تھا بلکہ خالص

جذباتیت پر مبنی تھا۔ اس میں خود یہودیوں کی طاقت کا صحیح اندازہ کئے بغیر قدم اٹھایا گیا تھا اور اسی لئے مناسب اقدامات کا اس میں فقدان پایا جاتا تھا۔

مغرب اور بطور خاص یہودیوں اور مغربی ملکوں کے لئے یہ ایک ضرب کاری اور جھٹکا سے کم نہ تھا لیکن دیکھتے دیکھتے ایک نئی صورت حال پیدا ہونے لگی جو مغرب اور بطور خاص امریکہ اور برطانیہ کے لئے پہلے جھٹکے سے شدید تر تھی۔ اور نئی تبدیلی یہ تھی کہ تیل کی قیمت میں چار گنا اضافہ سے ساری دنیا کی دولت سیلاب کی طرح عرب ملکوں کے پاس آنے لگی اور سب کچھ تین مہینے میں ہونے لگا۔ مغرب تو بالکل مبہوت ہو گیا۔ یعنی صرف چند مہینوں میں OPEC کو 80 بلین ڈالر کی اضافی رقم ملنے لگی، جس میں کویت اور سعودی عرب کو تنہا 37 بلین ڈالر ملنے لگے۔

مغرب میں پہلے جھٹکے سے زیادہ جو کہرام مچا وہ یہ تھا کہ اچانک عرب مغرب کی تمام یہودی ملٹی نیشنل کمپنیوں کو گویا کھڑے کھڑے خرید لینے کی حالت میں آ گئے، یعنی ایک ماہر معاشیات کی رائے کے مطابق عالمی اسٹاک ایکسچینج میں صرف 25 سالوں میں عرب دنیا کی تمام عظیم ترین ملٹی نیشنل کمپنیوں کو خرید لیتے، IBM کو سات مہینوں میں، EXXON کو چار مہینے میں اور بینک آف امریکہ کو 16 دنوں میں۔

دوسری طرف خود عرب اس دولت کے سیلاب سے پاگل ہو گئے اور اس بے خودی میں وہ دھڑا دھڑ مغربی کمپنیوں میں حصص خریدنے لگے۔ صرف کویت نے 1974ء میں ڈیملر بینز (Daimler Benz) کے 15 فیصد حصص، لندن کی ایک پراپرٹی کمپنی سینٹ مارٹن، پیرس کے ٹور مین ہٹن (Tour Manhattan) اور ساؤتھ کیرولینا کا ایک جزیرہ خرید لیا۔

ایران نے مشہور زمانہ کرپ اسٹیل کمپنی (Krupp Steel Company) کے ایک چوتھائی حصص خرید لئے اور برطانوی کمپنی برٹش لی لینڈ (British Leyland) کو خریدنے کی کوشش کی۔

سعودی شہزادوں نے کمپنیوں، جائدادوں اور بینکوں کو خریدنا شروع کر دیا۔ بعض عرب ملکوں نے خصوصی طور پر ہتھیار سازی کے کارخانے لگانا شروع کر دیئے۔

اب بھی جو دولت بچی اسے بے تحاشا انہی مغربی بینکوں میں جمع کرا دیا گیا جو اسی طرح معاشرے میں پھیلنے لگے جیسے Eurodollars پھیلا کرتے تھے۔ یہودی بینکار اس نئی صورت حال سے تھرا گئے۔ ان کی آنکھوں کے سامنے ان کی جاگیر پر قبضہ ہو رہا تھا۔

1975ء پھر اچانک ایک دھماکہ ہوا۔ 1975ء کی ابتداء میں Multinational Committee of the Sevate Foreign Relations Committee suh نے ایک جائزہ کے بعد بتایا کہ عربوں کی دولت نے امریکی دیو قامت کمپنیوں ------ مثلاً ITT' تیل کی بڑی کمپنیوں' دو خلائی اور ہوائی جہاز بنانے والی کمپنیوں Lockheed اور Northrop کو تقریباً نگلنا شروع کر دیا ہے۔ چونکہ یہی کمپنیاں ایک طرف امریکہ کی پالیسی ساز ہیں اور دوسری طرف یہ یہودیوں کی تیسری طاقت کا پہلا شعبہ لہٰذا اس کا خطرہ ہوا کہ اس سے تمام دنیا پر اثرات مرتب ہوں گے۔ یہ صورت حال اتنی خطرناک ہو گئی کہ خود یہودیوں کے ہراول دستے آپس میں ٹکرانے لگے۔

چنانچہ جب ایک سوال نامہ تمام بینکوں کو تفصیلات کے لئے بھیجا گیا تو صرف نصف نے جواب دیا مثلاً TheCrocker, TheChemical اور TheMellon نے جواب دیا تو نصف مثلاً The Chase, The Citibank, The Morgan حتیٰ کہ Bank of America نے تفصیلات بتانے سے انکار کر دیا۔ ہرچند کہ ان تفصیلات کے چھپانے کا سبب دوسرا تھا۔ مشہور زمانہ یہودی سرمایہ دار David Rockefeller بھاگتا ہوا واشنگٹن پہنچا اور اس نے متنبہ کیا کہ اس طرح کی تفصیلات کے ظاہر ہونے سے مغرب کے تمام مالیاتی ادارے زمین بوس ہو جائیں گے۔

کریش :

چنانچہ یہودیوں نے وہی حربہ اختیار کیا جو بیس کی دہائی میں وہ اپنا چکے تھے۔ انہوں نے ایک مصنوعی Crash کی کیفیت 1974ء میں پیدا کی ---- لیکن اس کے باوجود عربوں کے رویئے میں کوئی تبدیلی نہیں آئی اور وہ حسب سابق عظیم امریکی بینکوں' بینک آف امریکہ' سٹی بینک' چیز مین ہٹن اور مارگن سے وابستہ رہے اور چند یورپی عظیم بینکوں اور

بطور خاص لندن کے چار بڑوں کے یہاں دولت انڈیلتے رہے۔

ایران مشرق میں عالم اسلام کے قلب میں یہودیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ شاہ کی حکومت دراصل مشہور زمانہ یہودی بینکار David Rockefeller کے ہاتھوں میں تھی اور اس کا بینک Chase یہودی سرمایہ داری کی علامت تھا۔ Chase امریکی تعاون اور عالمی یہودی سرمایہ داریت کی علامت تھا۔ بقول ایک عرب بینکار کے چیز ایک بینک نہیں بلکہ ایک فوج ہے۔

1979 کی 16 جنوری کو ایک چوتھا دھماکہ ہوتا ہے۔ مشرق میں عالمی یہودی نظام کی علامت رضا شاہ پہلوی اپنی جان بچا کر ایران سے بھاگ گیا۔ ایران میں اسلامی انقلاب آچکا تھا اور پہلی بار وہاں کے مذہبی طبقے کو جو اب حکمران تھا یہودیوں کی جڑوں کا علم ہوا۔ وہ شاہ ایران کی دولت اور ایران کی دولت جو باہر رکھی ہوئی تھی اس کی کھوج کرنے لگے۔ عالمی یہودی سرمایہ داری کے لئے یہ دھچکا ناقابل برداشت تھا۔

نیا منصوبہ :

ان تمام واقعات نے عالمی یہودی قوت کو حواس باختہ بنا دیا اور وہ ایک فیصلہ کن مقام پر پہنچ گئے کہ عالم یہودیت اور عالم اسلام بیک وقت زندہ نہیں رہ سکتے۔ اگر عالم یہودیت کو زندہ رکھنا ہے تو عالم اسلام کا خاتمہ کرنا ہو گا اور اس کے لئے چند بنیادی تبدیلیاں کرنی ہوں گی۔ ایک مشہور تجزیہ نگار کے الفاظ ہیں :

"The unbalanced state of the world after the oil crisis called for much more fundamental changes in the economic arrangements."

اس کی نظر میں بنیادی تبدیلی کے انتظامات کا مفہوم تھا :

"The reconciliation of this uneasy triangle could not be achieved by the workings of free enterprise alone, even by the most farsighted bankers and businessmen; for it calls for political accomodations which can only be reached by governments and world institutions."

وہ مزید لکھتا ہے :

"The development of truely International bank backed by the resources of all the major nations, which was in the minds of Keynes and others at the end of the second world war, was never more necessary then now, thirty five years later."

آغاز:

چنانچہ 1980 کے بعد دنیا میں جو عظیم تبدیلیاں ہونا شروع ہوئیں ---- مثلاً برانٹ کمیٹی رپورٹ کے بعد IMF اور W.Bank کا بدلتا چہرہ' سوویت روس میں Perestroika اور Glasnost اور کیمونسٹ نظام کی دکان کا بڑھایا جانا' عراق ایران لڑائی' افغانستان پر روسی تسلط' جنگ خلیج' سب کچھ عالم اسلام میں بنیادی تبدیلی لاکر اسے ختم کرنے اور عالمی یہودی نظام میں ضم کرنے کی کوشش کے سوا کچھ نہیں --- ان کی اسی کوشش کو Total Globalisation کی کوشش کہا جاتا ہے۔

ابھی مغرب 1975 کے جھٹکوں سے پوری طرح سنبھل بھی نہیں پایا تھا کہ طائف میں اسلامی کانفرنس کی تیاریاں ہونے لگیں۔ طائف کانفرنس میں اسلامی ترقیاتی بینک کے ایک اعلان نے یہودی طاقتوں کو پھر ہلا کر رکھ دیا۔ اسلامی ترقیاتی بینک کے صدر ڈاکٹر احمد محمد علی نے اپنی تجویز رکھی تھی کہ کس طرح وہ مغربی طریقہ کار پر چل کر ہی ایک اسلامی مشترکہ منڈی تشکیل دینا چاہتے ہیں۔ نہیں معلوم کہ یہ ایک سوچا سمجھا منصوبہ تھا یا محض ایک جذباتی بات۔ مگر بعد کے حالات نے ثابت کیا کہ اس کے پیچھے حقیقت سے زیادہ جذبات تھے۔ چنانچہ مغرب نے فیصلہ کیا کہ اس بے یقینی کو ہمیشہ کے لئے ختم ہو جانا چاہئے۔ انہوں نے عالم اسلام کے تیل سے مالامال ملکوں کو عالمی یہودی مالی نظام میں کلی طور پر ضم کرنے کا تہیہ کر لیا' جس کی پہلی منزل تھی انہیں اطلاعاتی بازار (Information Market Place) میں جکڑ دینا۔ لیکن ایسا عربوں کو دین کے تحفظات سے آزاد کئے بغیر ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ اربوں ڈالر کے سرمائے سے پروجیکٹ شروع کئے گئے اور اصل اور خالص اسلامائزیشن کے بالمقابل ایک اور اسلامائزیشن کی فکری اور علمی کوشش کی گئی جس کا مقصد علمی اور فکری اعتبار سے سود کو جائز قرار دینا تھا

اور مسلمانوں کے مابین سود سے نفرت کو ختم کرنا تھا تاکہ عربوں کی دولت کو باسانی مغرب کے تہہ خانوں تک پہنچایا جائے۔

نام نہاد اسلامائزیشن :

اس نام نہاد اسلامائزیشن کے دباؤ کے تین نقطے تھے اور ان تینوں امور کا تعلق اسلام کی بنیاد کے کلی استیصال سے تھا۔ ظاہری بات ہے کہ اس کے لئے اس فکر سے ہم آہنگ مسلمان ادیب و اہل قلم کو آگے بڑھایا گیا۔ اس کوشش کے تین نقطے درج ذیل ہیں۔

(1) سیاسی و اجتماعی رجحان (Trend) (2) اخلاقی رجحان (3) مالی رجحان

اجتماعی اور سیاسی ٹرینڈ کی کوششوں کا مقصد اسلام کے تصور اجتماعیت کی بنیادوں کو بدل دینا تھا اور تصور دارالاسلام و دارالحرب کے بجائے موجودہ تصور اکثریت و اقلیت کو استوار کرنا تھا۔ اس طرح تصور اقامت دین یعنی تصور جہاد کا خاتمہ کر دینا تھا۔

اخلاقی رجحان کی کوششوں کا مقصد اسلام کے تصور ملت و امت کے بجائے تعقلی اخلاق کو استوار کرنا تھا جس کے تحت ساری دنیا بشمول اسلامی دنیا کو انسانی حقوق کے نام پر نفاذ شریعت اور اجراء جہاد سے روکنا تھا۔

مالی رجحان کی کوششوں کا مقصد اسلام کے تصور حلال و حرام کو بدل کر مغربی تصور حلال و حرام کو بظاہر اسلامی علوم سے ثابت کرنا تھا' تاکہ مغرب کے یہودی عالمی مالیاتی نظام میں شامل ہونے سے عالم اسلام کو جو تصورات و دلائل روک رہے تھے ان کا خاتمہ کیا جا سکے۔

مغرب کو یہ بات عالم اسلام کے کسی بھی فرد سے زیادہ عین الیقین کی طرح معلوم ہے کہ یہودیوں کے عالمی نظام اور اس کی سازش کا خاتمہ سود کے کلی استیصال سے چشم زدن میں ہو جائے گا۔ لہٰذا وہ عالم اسلام کو جلد از جلد نظام استیصال' سود سے صرف ہٹا دینا ہی نہیں چاہتا ہے بلکہ خود اسے اس نظام سود میں جکڑ دینا چاہتا ہے۔ یہاں قرآن کی یہ آیت اس صورت حال کی بہترین تشریح کر رہی ہے۔

يَا اَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا اَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّا

اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ
وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ
حَمِيْدٌ ○ اَلشَّيْطَانُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاءِ
وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○
يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ
خَيْرًا كَثِيْرًا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّا اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (البقرہ: 267-269)

عالمی مالیاتی ادارے :

عالمی مالیاتی ادارے اور نظام:

(1) آئی ایم ایف (International Monetary Fund) برٹین وڈس ایگریمنٹ 1944 کے تحت ایک عالمی مالیاتی فنڈ قائم کیا گیا جس کے مندرجہ ذیل مقاصد تھے :

عالمی مالیاتی تعاون کو فروغ دینا، بین الاقوامی تجارت کی توسیع اور متوازن ارتقاء کو آسان بنانا، تبادلہ کے استحکام کی کوشش کرنا، یا ادائیگی کی باہمی صورت کے قیام میں مدد دینا، مالیات کے اعتبار سے اعتماد بحال کرنا اور عدم توازن کی مدت کو کم سے کم کرنا۔

اس کے اصلی مقاصد تھے کہ مندرجہ بالا تمام امور میں تمام آزاد ملکوں کے اختیار اپنے پاس مرتکز کر کے حکومتوں کی حکومت بن جانا۔

(2) ورلڈ بینک گروپ (World Bank Group) برٹین وڈس ایگریمنٹ 1944 کے تحت ایک عالمی بینک قائم کیا گیا۔ اس کے تحت تین ادارے کام کر رہے ہیں یعنی

(ا) عالمی تعمیر نو اور ترقیاتی بینک

(International Bank for Reconstrction and Development)

(ب) انٹرنیشنل فائنانس کارپوریشن

(International Finance corporation)

(ج) انٹرنیشنل ڈیویلپمنٹ ایسوسی ایشن

(International Development Association)

مقاصد عالمی بینک :

تعمیر نو اور ترقی میں مدد دینا' پرائیوٹ فارن سرمایہ کاری کو فروغ دینا' بین الاقوامی تجارت کی طویل المدت متوازن ترقی میں مدد دینا' قرض فراہم کرنا' عالمی سرمایہ کاری کی نگرانی کرنا۔

مقاصد فائنانس کارپوریشن :

پیداواری پرائیویٹ سرمایہ کاری کی ہمت افزائی کر کے معاشی ترقی کو یقینی بنانا۔

مقاصد ڈیویلپمنٹ ایسوسی ایشن :

پیداوار اور معیار رہائش کو آگے بڑھا کر معاشی ترقی کو فروغ دینا۔

مقاصدِ اصلی :

دنیا کے تمام ملکوں کی ترقی' خوشحالی' تنزلی اور بدحالی کے میکانزم کو مرتکز کر کے اور متعلقہ ملکوں کو بے اختیار کر کے اسے یکجا کر لینا اور ان کی قسمت کا بلا شرکتِ غیر مالک بن جانا۔

(3) انٹرنیشنل ٹریڈ آرگنائزیشن

(International Trade Organisation)

مقاصد : حقیقی آمدنی اور موثر طلب کو فروغ دینا' صنعتی اور عام ترقی کو مدد دینا' تمام ملکوں کے لئے بازار' پیداوار اور پیداواری سہولتوں کی فراہمی کو یقینی بنانا' محصول اور دیگر پابندیوں کو ختم کرنا' ان عوامل کا خاتمہ کرنا جو تجارت اور پیداوار اور معاشی ترقی میں حارج ہوتے ہیں' باہمی مفاہمت کو فروغ دینا۔

اصلی مقاصد : عالمی یہودی نظام کی راہوں کے تمام رکاوٹوں کو دور کرنا اور غیر یہودی قوتوں کی اجارہ داری کا خاتمہ کرنا۔

(4)دی جنرل ایگریمنٹ آن ٹیریف اینڈ ٹریڈ(GATT)
مقاصد : باہمی توافق اور مفاہمت پیدا کر کے تجارتی اور معاشی کوششوں کو اس طرح بڑھاناکہ معیار رہائش' کل روزگاری اور حقیقی آمدنی اور موثر طلب میں خوب ترقی ہو۔
اصلی مقاصد : مغربی طاقتوں اور یہودی عالمی نظام کے مقابلہ کرنے والوں کی قوت کو محدود رکھنا۔

(5)یونائٹڈ نیشنز کانفرنس آن ٹریڈ اینڈ ڈیولپمنٹ(UNCTAD)
مقاصد : بین الاقوامی تجارت کو فروغ دنیا' اقوام متحدہ کے اداروں کے ساتھ تعاون دینا اور ان کے مقاصد کی تکمیل میں مددگار ہونا' اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اقوام متحدہ کی مددلینا۔
اصلی مقاصد : عالمی یہودی نظام کے فروغ کے لئے اقوام متحدہ اور دیگر اداروں کی مدد سے حالات استوار کرنا۔

تیسری طاقت کے شعبے :

ان مذکورہ بالا اداروں کے علاوہ اصل ادارے جنہیں یہودیوں کی تیسری طاقت کا پہلا شعبہ کہا گیا ہے درج ذیل ہیں۔

(1)عظیم بینک کار (Super Bankers)

جنگ عظیم اول کے بعد دنیا کی مالیاتی راجدھانی نیویارک ہو گیا۔ اور وہیں سے دنیا کے سارے مالیاتی کاروبار ہوتے ہیں۔ وہاں پانچ بڑے بینک کار ہیں جو سب کے سب یہودی ہیں اور ان کی طاقت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ امریکہ کی تین چوتھائی دولت اور تجارت کے وہ مالک ہیں۔ وہی ساری دنیا کے تمام ملکوں میں دولت کی فراہمی کے پیچھے ہیں۔ وہ عظیم بینک کار درج ذیل ہیں :

(1)چیز مین ہٹن (The Chase Manhattan)

(2)سٹی بینک (The Citi Bank)

(3)بینک آف امریکہ (The Bank of America)

(4)مینو فیکچررس ہنوور (Manufactures Hanover)

(5)جے پی مارگن (J.P.Margan)

(6)بینکرس ٹرسٹ (Bankers Trust)

(7)کیمیکل (Chemical)

(8)فرسٹ شکاگو (Ist Chicago)

(2)عالمی بازار GlobalMarketPlace

یہ دراصل سرمایہ اور قرض کی عالمی منڈی کا نام ہے۔ جہاں دو طرح کے بازار ہوتے ہیں یعنی

Money Market(1)

Discount Market(2)

اس کی سب سے بڑی منڈی لندن اور نیویارک ہیں اور ان دونوں جگہوں پر یہودیوں کا مکمل قبضہ ہے۔ ساری دنیا کے مالی نظام اور ملکوں کی ساکھ اس بازار سے منسلک ہے۔

(3)سپر کمپیٹیٹرس (Super Competitors)

یہ کوئی ادارہ نہیں بلکہ سرمایہ کاری کی ایک نئی قسم ہے' جس کے جال میں تمام غریب ممالک کو پھانسا جاتا ہے۔ اس میں تین طبقوں سے کوئی کام ہوتا ہے :

(1)عالمی مالی قرض دینے والے ادارے (Bankers)

(2)عالمی بین الاقوامی کمپنیاں (Multinational)

(3) غریب ممالک / ترقی پذیر ممالک

(Poor / Developing Countries)

مکمل انہدام :

ثمن اصلی کے اسلامی نظام کا مکمل انہدام :

زر خلقی اور ثمن حقیقی یا تبادلہ مال بہ مال کے تعلق سے یہودیوں کی کوشش ہے کہ اس کا دنیا سے کلی طور پر خاتمہ کر دیا جائے۔ وہ بڑی حد تک اس میں کامیاب بھی ہو گئے ہیں۔ اس کا موقع نہیں کہ یہ بتایا جائے کہ زر خلقی اور ثمن حقیقی کے انہدام سے کس طرح نظام شیطانی کا غلبہ ہو جائے گا۔ لہٰذا صرف اتنی بات پر اکتفا کرتا ہوں کہ یہودی اس بات میں تقریباً کامیاب ہو گئے ہیں کہ نظام حلال و حرام کی بنیادی باتوں میں سے ایک یعنی نظام تبادلہ کا ہی خاتمہ کر دیں یعنی ان اصولیات کا قلع قمع کر دیں جن پر شریعت قائم ہے۔

چنانچہ وہ اس کی کوشش انیسویں صدی کے اوائل سے ہی کر رہے تھے۔ بہرحال انہوں نے صورت حال اتنی ابتر کر دی کہ 1930 کی دہائی میں وہ دنیا سے Gold Standard کا خاتمہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

دوسرے مرحلے میں انہوں نے 1966 میں IMF کا قیام کیا اور ملکی Gold Standard کا خاتمہ کرنے کے بعد اسے صرف عالمی تبادلہ پر IMF میں باقی رکھا۔ لیکن 1972 میں سیال شرح تبادلہ (Floating Exchange Rate) کے ذریعہ اس کا بھی خاتمہ کر دیا گیا۔ اور اب اس کی توسیع اس طرح کی جا رہی ہے کہ سارے عالم کے ایک ایک فرد کی دولت سمٹ کر چار پانچ یہودیوں کے ہاتھوں میں چلی آئے اور سارا عالم ہوائی سابقہ پر اور محض ان کے رحم و کرم پر زندگی گزارے۔ بالکل مقامی سطح پر Credit Card and Cheque Cards کا استعمال اسی کی ایک ابتدائی شکل ہے۔

اب اس صدی کے ختم ہوتے ہوتے ان کی کوشش ہے کہ IMF اور W.B کا خاتمہ کر کے یا تو ایک واحد ادارہ قائم کر دیا جائے یا ان دونوں کو ضم کر دیا جائے۔ چنانچہ اس سلسلے میں تین زبردست سفارشات اور ایک تجزیہ آ چکے ہیں۔ دو سفارشات تو درج ذیل ہیں۔

(1) Recommendation of the Common Wealth Study Group (Towards a new Bretton woods 1983

Recommendation of the Atlantic Council working Group on the United Nations

(The future of the U.N: A strategy for like minded nations – 1977

The International Monetary system: Progress and prospects by Atlantic Group

(3) Sister in the Woods: The Economist A Survey of the IMF and the World Bank Oct. 1991

تو گویا اس تبدیلی کے بعد جو عنقریب آ رہی ہے صورت حال یہ ہو جائے گی کہ دنیا میں یہودیوں کی ایک براہ راست حکومت قائم ہوگی جس کے دو شعبے ہوں گے۔

(1) اقوام متحدہ ----- جس کے ہاتھوں میں دنیا کی تمام سیاسی اور عسکری قوت ہوگی۔

(2) واحد مالی نظام ---- جس کے ہاتھوں میں دنیا کی تمام مالی قوت ہوگی۔

عالم اسلام کی مالی صورت حال :

عالم اسلام کی مالی صورت حال کیسی ہے' یہ ایک طویل بحث کا موضوع ہے۔ لہٰذا اختصار کے لئے ہم پانچ بین الاقوامی پیمانوں کے استعمال سے اسلامی ملکوں کی درجہ بندی کرتے ہیں۔

(1) **اقوام متحدہ اور UNCTAD36 کی تعریف اور درجہ بندی**

ان کے پانچ درجے ہیں :

1۔ انتہائی کم ترقی یافتہ ممالک : ان میں 36 ممالک ہیں جن میں مسلم ممالک : افغانستان' بنگلہ دیش' بینن' چاڈ' کومورو' جبوتی' اریٹریا' گامبیا' گنی' گنی بساؤ' ملاوی' مالدیپ' مالی' نائجر' سیرالیون' صومالیہ' سوڈان' تنزانیہ' یوگانڈا' یمن ہیں

2۔ کم ترقی یافتہ سوشلسٹ ممالک : ان میں تمام وہ مسلم ممالک ہیں جو اب تک کیمونسٹ ملکوں میں شامل تھے۔ البانیہ' سوویت روس کے اندر کے تمام مسلم ممالک۔

4۔ تیل در آمدی ترقی پذیر ممالک : اس میں مصر، ملائشیا، شام، تیونس ہیں۔

5۔ ترقی یافتہ ممالک : اس میں تمام OECD اور G-7 ہیں۔ کوئی مسلم ملک اس میں شامل نہیں۔

(2) عالمی مالیاتی فنڈ (IMF) اور عالمی بینک (W.B) کی تعریف اور درجہ بندی

ان کے پانچ درجے ہیں :

۱۔ کم آمدنی والے ترقی پذیر ممالک : ہر وہ ملک جس کی P.C.I $410 سے کم ہو۔

2۔ درمیانی آمدنی والے ترقی پذیر ممالک : جس کی آمدنی P.C.I $410 یا اس سے زیادہ ہو۔

3۔ تیل بر آمد کرنے والے ممالک : اس میں الجیریا، انڈونیشیا، ایران، عراق، کویت، لیبیا، نائجیریا، عمان، قطر، سعودی عرب، امارات ہیں۔

4۔ غیر تیل بر آمدی ترقی پذیر ممالک : 3 کے علاوہ تمام ترقی یافتہ ممالک۔

5۔ صنعتی ممالک : اس میں کوئی مسلم ملک نہیں۔

اکثر مسلم ممالک ۱، اور 4 میں ہیں۔ 3 اپنی صورت سے بالکل الگ ہے۔

(3) O.E.C.D کی تعریف :

اس کے تین درجے ہیں :

۱۔ نئے ترقی پذیر ممالک : اس میں کوئی مسلم ملک نہیں۔

2۔ غیر تیل بر آمدی ترقی پذیر ممالک : اکثر مسلم ممالک اس درجے میں ہیں۔

3۔ ترقی یافتہ ممالک : اس میں کوئی مسلم ملک نہیں۔

(4) اس کے علاوہ پانچ اور تعریفات اور درجے ہیں۔

۱۔ تیل بر آمد کرنے والے ممالک : الجیریا، گابون، انڈونیشیا، ایران، عراق، کویت، لیبیا، نائجیریا، قطر، سعودی عرب، امارات، اس میں مسلم ہیں۔

(2) Organisation of Economic Co-operation and Development(O.E.C.D)

اس میں صرف ایک مسلم ملک برائے نام شامل ہے یعنی ترکی۔

3۔ گروپ آف 10۔ (Group of 10)

اس میں کوئی مسلم ملک شریک نہیں ہے۔

4۔ گروپ آف 5 (Group of 5)

اس میں کوئی مسلم ملک نہیں۔

5۔ گروپ آف 24 (Group of 24)

اس میں ایشیاء' افریقہ اور وسطی اور جنوبی امریکہ کے آٹھ آٹھ ملک شامل ہیں۔ جن میں مسلم ممالک : الجیریا' مصر' گابون' نائجیریا' ایران' لبنان' پاکستان' شام اور اب انڈونیشیا شامل ہے۔

جہاں تک عالمی بینک کی روداد کا سوال ہے تو وہ ایک باضابطہ سند یافتہ ادارہ ہے جس سے عالمی طور پر ملکوں کی مالی حالت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس کی 1991ء کی رپورٹ کے مطابق مسلم ملکوں کی صورت حال درج ذیل ہے۔

(1) IMF میں مسلم ملکوں کا ووٹنگ کوٹہ اور اس کی فیصد :

(الف) کل فیصد فنڈ کا 98.90%

(ب) اس میں خالص مغربی ملکوں کا کوٹہ 35.89% ہے

(ج) مغربی ملکوں کے آلہ کار اور مجبور ملکوں کا کوٹہ (علاوہ مسلم ممالک) 41.08% ہے

(د) گویا کل مغربی / یہودی کوٹہ تقریباً 80.00% ہے

(ہ) مسلم ممالک کا ووٹنگ کوٹہ بشمول 3.40% سعودی کوٹہ کے 14.88% ہے

تمام 6 Appointed ڈائرکٹروں میں صرف ایک مسلمان ہے جو سعودی عرب سے آتا ہے۔ 16 Elected ڈائرکٹروں میں تین مسلمان ہیں جو لیبیا' ایران / مراکش / اور انڈونیشیا کے ہیں۔ یہ اتفاقی امر ہے ورنہ یہاں تعداد کم و بیش ہو سکتی ہے۔

(2) IMF میں مسلم ملکوں کے کوٹہ' سکوں کے فنڈ ہولڈنگ' ان کا فیصد اور ان کا استعمال اور

رزروٹریچ پوزیشن کو ignore کردیا جائے۔

مابعد جنگ خلیج :

جنگ خلیج کے بعد سعودی عرب کی مالی صورت حال نہایت متزلزل ہو گئی ہے۔ گزشتہ سال سعودی عرب نے تقریباً 300 بلین ڈالر قرض لئے ہیں۔ ہرچند کہ حکومت سعودیہ کا کہنا ہے کہ یہ سارے قرض بیرونی نہیں بلکہ اندرونی ہیں۔ تاہم 20 تا 30 بلین سالانہ Net Income کے ملک کے لئے یہ قرض اسے (اگر موجودہ صورت حال برقرار رہی تو) پچاس سال سے زیادہ عرصے تک مقروض رکھے گا۔

ترکی میں قائم OIC کی مالیاتی کمیٹی کے جاری کردہ اعداد و شمار کے مطابق مسلم ملکوں پر بیرونی (یہودی) قرض کا بوجھ بیش از بیش ہوتا جارہا ہے۔ پوری دنیا پر جو بیرونی (یہودی) قرض واجب ہے اس کا تیں فی صد تنہا مسلم ملکوں پر ہے۔
قرض کی اس رقم کی صورت حال درج ذیل ہے :

1987	354.50	Billion Dollar
1988	369.50	Billion Dollar
1989	338.10	Billion Dollar
1990	353.10	Billion Dollar

گزشتہ دنوں قرض کی بروقت ادائیگی نہ کرنے کی پاداش میں IMF نے سوڈان کی رکنیت معطل کردی ہے۔ IMF کے مطابق بہت دنوں سے قرض ادا نہ کرسکنے والے ملکوں میں چار مسلم ممالک ہیں۔

	بقایا	مدت
(1) سیرالیون	72.2 Million Dollar	1987 January
(2) (کسی درجے میں) لائبیریا	316.3 Million Dollar	1985 January
(3) صومالیہ	118.4 Million Dollar	1987 July

(4)سوڈان 926.3 Million Dollar 1984 July

جنگ خلیج کے بعد مسلم ملکوں کی قوت مدافعت بالکل ٹوٹ چکی ہے۔ اور یہودی سرکاری وغیر سرکاری مالیاتی اداروں کے دباؤ کے سبب انہیں مجبور ہو کر Privatisation کو قبول کرنا پڑا جو دراصل ملک کے تمام معاشی کاروبار کو یہودی بینکاروں' ملٹی نیشنل کارپوریشنوں اور Money Market and Discount Market کی براہ راست تحویل میں دینے کے مترادف ہے۔ چنانچہ عنقریب تمام مسلم ملکوں میں تمام معاشی کاروبار یہودیوں کے ہاتھوں میں چلے جانے والے ہیں۔ اور وہ اجرتوں کی اجارہ داری قائم کرنے والے ہیں۔ یعنی خرید و فروخت کے دونوں بازاروں میں ان کی Monopoly اور Monopsony قائم ہو جائے گی۔ جس کا انجام یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمام مسلم ملکوں کی ساری عوام غلام اور بندھوا مزدوروں کی طرح ہو جائیں۔

حل

جہاں تک اس عظیم یہودی مالی فتنہ اور ان کے مظالم سے بچنے کے راستوں کا سوال ہے تو عصری نظام میں اس کا کوئی حل نہیں ہے۔ بلکہ اگر عصری نظام کے ساتھ ہم چلتے رہے تو جو گھڑی کل آنے والی ہے وہ آج آجائے گی۔

اس کا حل صرف اور صرف اسلامی نظام کی طرف سختی اور پوری دیانتداری کے ساتھ لوٹنے میں ہے اور اس کی کلید درج ذیل آیات و آثار میں ہے :

① ﴿ یٰاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُO قُمْ فَاَنْذِرْO وَرَبَّکَ فَکَبِّرْO وَثِیَابَکَ فَطَھِّرْO وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْO وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَکْثِرُO وَلِرَبِّکَ فَاصْبِرْO﴾

(المدثر : ۱-۷)

"اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے' اٹھو اور خبردار کرو۔ اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو۔ اور اپنے کپڑے پاک رکھو۔ اور گندگی سے دور رہو۔ اور احسان نہ کرو زیادہ حاصل کرنے کے لئے۔ اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو"۔

② ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا
لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ
بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ۗ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○
اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَآءِ ۚ وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ
مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ
يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۗ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ
اُولُوا الْاَلْبَابِ ○﴾ (البقرہ : ۲۶۷-۲۶۹)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو' جو مال تم نے کمائے ہیں اور جو کچھ ہم نے زمین سے تمہارے لئے نکالا ہے' اس میں سے بہتر حصہ (اللہ کی راہ میں) خرچ کرو۔ اور ایسا نہ ہو کہ (اس کی راہ میں دینے کے لئے) بری سے بری چیز چھانٹنے کی کوشش کرنے لگو' حالانکہ وہی چیز اگر کوئی تمہیں دے' تو تم ہرگز اسے لینا گوارا نہ کرو گے' الایہ کہ اس کو قبول کرنے میں تم اغماض برت جاؤ۔ تمہیں جان لینا چاہئے کہ اللہ بے نیاز ہے اور بہترین صفات سے متصف ہے۔ شیطان تمہیں مفلسی سے ڈراتا ہے اور شرمناک طرزِ عمل اختیار کرنے کی ترغیب دیتا ہے' مگر اللہ تمہیں اپنی بخشش اور فضل کی امید دلاتا ہے۔ اللہ بڑا فراخ دست اور دانا ہے۔ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے' اور جس کو حکمت ملی اسے حقیقت میں بڑی دولت مل گئی۔ ان باتوں سے صرف وہی لوگ سبق لیتے ہیں جو دانشمند ہیں"۔

③ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ
الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ
مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَآءَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ○ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ
بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا
يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ
عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ○ (التوبہ : ۲۸-۲۹)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مشرکین ناپاک ہیں، لہٰذا اس سال کے بعد یہ مسجد حرام کے قریب نہ پھٹکنے پائیں۔ اور اگر تمہیں تنگ دستی کا خوف ہے تو بعید نہیں کہ اللہ چاہے تو تمہیں اپنے فضل سے غنی کردے، یقیناً اللہ علیم و حکیم ہے۔ جنگ کرو اہل کتاب میں سے ان لوگوں کے خلاف جو اللہ اور روزِ آخر پر ایمان نہیں لاتے اور جو کچھ اللہ اور اس کے رسولؐ نے حرام قرار دیا ہے اسے حرام نہیں کرتے اور دینِ حق کو اپنا دین نہیں بناتے۔ (ان سے جنگ جاری رکھو) یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور چھوٹے بن کر رہیں"۔

④ يٰاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا اٰبَاءَ كُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُونَ ○ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ اِقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَا اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهٖ فَتَرَبَّصُوا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِينَ ○ (التوبہ : ۲۳-۲۴)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اپنے باپوں اور بھائیوں کو بھی اپنا رفیق نہ بناؤ اگر وہ ایمان پر کفر کو ترجیح دیں۔ تم میں سے جو ان کو رفیق بنائیں گے وہی ظالم ہوں گے۔ اے نبیؐ، کہہ دو کہ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری بیویاں، اور تمہارے عزیز و اقارب، اور تمہارے وہ مال جو تم نے کمائے ہیں، اور تمہارے وہ کاروبار جن کے ماند پڑ جانے کا تم کو خوف ہے، اور تمہارے وہ گھر جو تم کو پسند ہیں، تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ اور اس کی راہ میں جہاد سے عزیز تر ہیں تو انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ تمہارے سامنے لے آئے، اور اللہ فاسق لوگوں کی رہنمائی نہیں کیا کرتا"۔

⑤ اِنَّ الَّذِينَ اٰمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجٰهَدُوا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِي

سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○ وَالَّذِينَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۗ اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ○ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَالَّذِينَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ۗ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○ وَالَّذِينَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ۗ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِي كِتٰبِ اللّٰهِ ۗ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○ (الانفال : ۷۲-۷۵)

"جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑائیں اور اپنے مال کھپائے' اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی' وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں۔ رہے وہ لوگ جو ایمان تو لے آئے مگر ہجرت کرکے (دارالسلام میں) آنہیں گئے تو ان سے تمہارا ولایت کا کوئی تعلق نہیں ہے جب تک کہ وہ ہجرت کرکے نہ آجائیں۔ ہاں اگر وہ دین کے معاملہ میں تم سے مدد مانگیں تو ان کی مدد کرنا تم پر فرض ہے' لیکن کسی ایسی قوم کے خلاف نہیں جس سے تمہارا معاہدہ ہو۔ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اسے دیکھتا ہے۔ جو لوگ منکرِ حق ہیں وہ ایک دوسرے کی حمایت کرتے ہیں۔ اگر تم یہ نہ کروگے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو گا۔ جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں گھربار چھوڑے اور جدوجہد کی اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں۔ ان کے لئے خطاؤں سے درگزر ہے اور بہترین رزق ہے۔ اور جو لوگ بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کرکے آ گئے اور تمہارے ساتھ مل کر جدوجہد کرنے لگے وہ بھی تم ہی میں شامل ہیں۔ مگر اللہ کی کتاب میں خون کے رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں' یقیناً اللہ ہر چیز کو جانتا ہے"۔

⑥ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَاِنْ
تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ○

(البقرہ : ۲۷۸-۲۷۹)

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو 'اللہ سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں پر باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو 'اگر واقعی تم ایمان لائے ہو۔ لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا 'تو آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی طرف سے تمہارے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔ اگر اب بھی توبہ کر لو (اور سود چھوڑ دو) تو اپنا اصل سرمایہ لینے کے تم حق دار ہو۔ نہ تم ظلم کرو 'نہ تم پر ظلم کیا جائے"۔

۱۔ حل کی شکل :

کلی انقطاع کی کوشش

۱ - نظام دارالاسلام کا قیام----- خلافت کا قیام

۲ - نظام حلال و حرام کا قیام----- اجتماعی قیام

۲ - طریقہ کار

۱ - دس سالوں تک بظاہر Status Quo کو قائم رکھنا۔

۲ - عسکری پیداوار کے عمودی توازن کو بدل دینا :

ا۔ جوہری صلاحیت

ب۔ ترسیلی صلاحیت

ج۔ مواصلاتی صلاحیت

۳ - دارالاسلام کے استحکام کی طرف پیش قدمی 'ولایت کا احیاء

۴ - کلی اقتصادی مقاطعہ 'نظامِ سود کا کلی خاتمہ

رسولِ اکرم ﷺ کی رفاہی منصوبہ بندی اور عہدِ حاضر میں اس کی ضرورت

حافظ محمد سجاد تترالوی' لیکچرر اسلامیات' چکوال

○

ا۔ اسلام میں رفاہِ عامہ کی اہمیت

اسلام محض ایک اخلاقی ضابطہ اور چند اصولوں کا نام نہیں بلکہ یہ ایک مکمل نظام حیات ہے۔ اس کا عمرانی نظریہ اس قدر وسیع' اس کے اصول اس قدر جامع' عام فہم اور ہمہ گیر ہیں کہ ان کا انطباق ہر موقع و محل پر کیا جا سکتا ہے۔ اسلامی معاشرہ کے صحت مندانہ قیام کے لئے اسلام نے حریت' مساوات' نفع رسانی اور رواداری کے اصولوں کو پیش نظر رکھا ہے۔ چونکہ افراد کے مابین تعاون' ہمدردی اور باہمی محبت و خیر خواہی کا جذبہ معاشرہ میں سیاسی استحکام' معاشرتی امن و سکون' اور معاشی ترقی کے لئے ازحد ضروری ہوتا ہے لہٰذا اسلام نے باہمی ہمدردی و تعاون اور خیر خواہی کو اعلیٰ انسانی اوصاف کا حصہ بنا دیا ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے :

﴿ تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ﴾ (المائدہ : ۵)

"نیکی اور بھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو اور گناہ و سرکشی میں ایک دوسرے کے مددگار نہ بنو۔"

اسلام حقوق اللہ اور حقوق العباد کا حسین امتزاج ہے۔ وہ اپنے ماننے والوں سے اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی بھی بہت ضروری ہے۔ قرآن مجید نے ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت کی وعید سنائی ہے جو نماز کو رکوع و سجدہ تک محدود رکھتے ہیں اور انسانیت کو دکھوں سے نجات نہیں دلاتے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّينَ O الَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُونَ O الَّذِينَ هُمْ يُرَاءُونَ O وَيَمْنَعُونَ الْمَاعُونَ O ﴾

(الماعون : ۴ تا ۷)

"ایسے نمازیوں کے لئے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے بے خبر ہیں اور جو ریاکاری کرتے ہیں اور اشیاء ضرورت کو روکتے ہیں"۔

سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷' اسلامی عقائد' عبادات' معاشرتی فلاح و بہبود اور رفاہ عامہ کا عالمگیر چارٹر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :

﴿ لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ﴾ (البقرہ : ۱۷۷)

"نیکی یہی نہیں کہ تم مشرق و مغرب کی طرف اپنا منہ کر لو بلکہ نیکی تو یہ ہے کہ لوگ اللہ پر' یوم آخرت پر' فرشتوں پر' کتابوں اور پیغمبروں پر ایمان لائیں' اور اس کی محبت پر اپنا مال عزیزوں' یتیموں' مسکینوں' مسافروں اور سائلوں کو دیں اور گردنیں چھڑانے پر خرچ کریں"۔

انسانی فلاح و بہبود کے اس چارٹر کے مطابق اصل نیکی اور بھلائی یہ ہے کہ انسان ایمانیات کے نتیجے میں اپنے مال و دولت کے ساتھ محبت اور رغبت کے باوجود اسے معاشرتی بہبود اور رفاہی کاموں پر خرچ کرے۔ اسلام کے معاشرتی بہبود و رفاہ عامہ کے نظام اور اسلام کی روحانی اور اخلاقی اقدار میں گہرا تعلق ہے۔ اسلام کی یہ اقدار انسان کو ایثار' قربانی اور بے لوث خدمت خلق پر آمادہ کرتی ہیں۔ نتیجتاً وہ اپنے ضرورت مند بھائیوں کے

لئے ہر قسم کی قربانی دینے پر روحانی خوشی محسوس کرتا ہے۔

اسلام آخری اور مکمل دین ہے۔ اس لئے اس نے ہر قسم کے انسانوں کی فطرت کے مطابق ہدایات دی ہیں۔ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جن کے لئے روحانی اور اخلاقی اقدار کے ساتھ ساتھ قانونی اور انتظامی ضابطوں کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر اسلام میں اخلاقی و قانونی ضابطوں کے درمیان حسین امتزاج پیدا کیا گیا ہے۔ معاشرتی فلاح و بہبود کے بنیادی اصول سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۷۷ میں بیان ہوئے ہیں۔ انہی اصولوں کو عہد رسالتؐ کے آخر میں قانونی حیثیت دے کر حکومت اسلامیہ کی باضابطہ حکمت عملی قرار دیا گیا۔ چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ :

﴿ إِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينَ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ﴾ (التوبہ : ۶۰)

"صدقات (زکوٰۃ) تو فقراء 'مساکین' کارکنانِ صدقات کا حق ہے اور ان لوگوں کا جن کی تالیفِ قلب منظور ہو 'اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اور قرض داروں کے (قرض ادا کرنے میں) اور اللہ کی راہ میں اور مسافروں کی مدد میں (یہ مال خرچ کرنا چاہئے)"

اس آیت میں ہر قسم کے بے کس 'مجبور' محتاج 'غریب اور بے سہارا لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے جو اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں وہ اپنی جامعیت اور استیعاب میں تاریخی عوامل کے تحت ہر زمانے میں رونما ہونے والے فقر و احتیاج اور بے کسی و بیچارگی پر حاوی ہیں۔ ان میں وہ لوگ شامل ہیں جو حاجت مند ہوں 'جو معاشی و اقتصادی طور پر بالکل تباہ حال ہوں' جو غلامی کی زندگی بسر کر رہے ہوں اور جو تعلیم و علاج سے محروم ہوں۔ وہ لوگ جو اپنے ضروری سفر پر قادر نہ ہوں یا دوران سفر اس قابل نہ رہے ہوں' ان سب کے لئے رفاہ عامہ کے نقطۂ نظر سے اسلام نے مستقل نظام کو وضع کر دیا ہے۔

الغرض فقر و مسکنت' رقبت و غرامت اور غربت و مسافرت جیسی مجبوریوں اور معذوریوں کے انسداد کے لئے عہدِ رسالت مآب ﷺ میں جو رفاہی منصوبہ بندی کی گئی' اس کا

مختصرا جائزہ پیش خدمت ہے۔

۲۔ رسول اکرم ﷺ کی رفاہی منصوبہ بندی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ اور خصوصاً آپؐ کے طریق دعوت کے مطالعہ سے یہ حقیقت مترشح ہوتی ہے کہ دین اسلام کی ہمہ گیر مقبولیت اور سریع الاثری کی اہم وجہ یہ تھی کہ آپؐ نے دعوت و تبلیغ کی بنیاد انسانی ہمدردی' سماجی بہبود اور خدمت خلق کے پاکیزہ اصولوں پر رکھی۔ عقائد کی درستگی کے ساتھ ساتھ معاشی استحصال سے نجات' اعلیٰ اخلاقی قدروں کا فروغ اور معاشرتی بہبود' روز اول سے ہی آپؐ کی دعوت کے مقاصدِ اولیٰ میں شامل تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبل از نبوت مکہ کے ظالمانہ ماحول میں بھی سخت نامساعد حالات کے باوجود چالیس برس تک مسلسل غرباء و فقراء اور "محروم و معدوم" کی خدمت میں مصروف رہے اور اپنی بساط کے مطابق ان کی امداد و اعانت فرماتے رہے۔ اس سلسلے میں آپؐ کے لائحہ عمل اور سیرت و کردار کی جو مستند ترین روایت ہم تک پہنچی ہے' اگر مسلمان اسے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں اپنالیں تو نہ صرف اسلامی دنیا جنت نظیر بن سکتی ہے بلکہ پوری دنیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح معنوں میں رحمت دو عالمؐ ماننے پر مجبور ہو سکتی ہے۔ آپؐ کی چالیس سالہ قبل از نبوت معاشرتی بہبود اور خدمت خلق کی حکمت عملی کا تذکرہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے۔ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپؐ غار حرا میں تشریف فرما تھے کہ جبریل امین آپؐ کے پاس آئے اور آپؐ کو وحی و نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اس واقعہ سے متأثر ہو کر آپؐ گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے اپنی حیرت و پریشانی کا ذکر فرمایا۔ آپؐ کی حیرت و پریشانی کا ذکر سن کر حضرت خدیجہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سابقہ زندگی کے حالات پر جو تبصرہ کیا' تاریخ عالم میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے۔ اسی سے آپؐ کے رفاہ عامہ اور خدمت خلق کے جذبہ اور حکمتِ عملی کا تذکرہ ملتا ہے۔ بخاری کی کتاب الوحی میں اسے ان الفاظ میں نقل کیا گیا ہے :

قال لخدیجة واخبرها الخبر لقد خشیتُ علٰی نفسی۔ فقالت خدیجة : کلا وَاللّٰہ ما یخذیکٔ اللہ ابدًا۔ انکٔ لتصل الرحم وتحمل الکلّ وتکسب المَعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق[1]

"آپ ؐ نے حضرت خدیجہؓ کو واقعہ کی خبر سنائی اور کہا کہ مجھے کچھ گھبراہٹ سی ہو رہی ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے کہا: ہرگز نہیں! خدا کی قسم' اللہ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا' کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم)

۱ ۔ تعلقات جوڑتے ہیں۔
۲ ۔ ناتواں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔
۳ ۔ جو چیز دوسروں کے پاس نہیں آپؐ انہیں کما کر دیتے ہیں۔
۴ ۔ مہمانوں کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔
۵ ۔ حادثات کے شکار لوگوں کے حقوق دلانے میں مدد کرتے ہیں"۔

حضرت خدیجہؓ نے اپنی حکمت و دانائی سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ اعزہ و اقارب سے نیک سلوک کرنا' انسانی تعلقات استوار کرنا' بے کس و ناتواں کے مسائل و مصائب خود اپنے سر لینا' محروم و معدوم کو خود کما کر دینا' مہمانوں کی مہمان نوازی کرنا' اور حادثات و مقدمات میں حقدار کو حق دلانے میں مدد دینا عالمگیری رفاہی اصول ہیں۔ انسانیت کی فلاح اور معاشرت و تمدن کی فلاح و بہبود کا انحصار انہی پر ہے۔

الغرض ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "رفاہی منصوبہ بندی" کے اقدامات کو دو حصوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

۱ ۔ رفاہی منصوبہ بندی کے لئے فکری و تربیتی اقدامات
۲ ۔ رفاہی منصوبہ بندی کے لئے عملی اقدامات

رفاہی منصوبہ بندی کے لئے فکری اور تربیتی اقدامات

ارشاد نبویؐ "الدین النصیحة" کی روشنی میں خیر خواہی دین کی روح ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے اکثر دعاؤں میں اہل ایمان کو صیغہ جمع استعمال کرنے کی ہدایت کی ہے تاکہ جو بہتری اور خیر وہ اپنے لئے اپنے رب سے طلب کریں اس میں دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی شریک کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لایؤمن احدُکم حتیٰ یحبَّ لاخیہ ما یحبُّ لنفسہٖ [۲]

"تم میں سے کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہ کچھ نہ چاہے جو اپنے لئے چاہتا ہے"۔

اسی طرح انسانی تعلقات میں باہمی خیر خواہی کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرت کا یہ زریں اصول عطا فرمایا کہ

خَیرُ النَّاسِ مَن یَنفع الناسَ [۳]

"بہترین انسان وہ ہے جس سے دوسرے انسانوں کو فائدہ پہنچے"۔

معلوم ہوا کہ انسانی ترقی و کمال کی معراج یہ ہے کہ اس کا وجود معاشرے کے دوسرے افراد کے لئے منفعت بخش اور فیض رساں بن جائے۔ اس کی ذات سے خیر و خوبی کے سوتے پھوٹتے ہوں۔ اس کا علم جہالت کی تاریکیوں میں نور بکھیرتا ہو۔ اس کے جسمانی قویٰ ہر وقت کمزور اور بے سہارا لوگوں کی امداد و اعانت پر صرف ہو رہے ہوں۔ اس کی ذہنی صلاحیتوں سے معاشرتی فوز و فلاح کے نت نئے منصوبے جنم لیتے ہوں اور اس کی آنکھیں جذبہ خدمت سے سرشار ہوں اور معذور و مجبور انسانوں کی راہ تک رہی ہوں۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا:

الخَلقُ عَیال اللّٰہ فاحبّ الخَلق الی اللّٰہ من احسن الیٰ عیالہٖ [۴]

"مخلوق خدا کا کنبہ ہے، پس بہترین شخص وہ ہے کہ جو خدا کے کنبے کے ساتھ احسان کرے"۔

اسوۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانیت کی فلاح و بہبود بالخصوص دکھی، مصیبت زدہ، مفلوک الحال اور مفلس و محتاج لوگوں کو باعزت

زندگی گزارنے کے قابل بنانا اور بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا آپ ؐ کی بعثت کے اعلیٰ مقاصد میں شامل تھا۔ آپ ؐ کا فرمان ہے کہ

الساعی علی الارملة والمسکین کالقائم لا یفتر وکالصائم لایفطر [۵]

بیواؤں اور مسکینوں کی مصیبت کو دور کرنے میں کوشاں شخص اجر و ثواب میں اس شخص کے برابر ہے جو ہمیشہ نماز میں مصروف رہتا ہے اور اس میں وقفہ نہیں کرتا اور ہمیشہ روزہ رکھتا ہے' افطار نہیں کرتا"۔

ابوداؤد اور ترمذی کی روایت کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

الراحمون یرحمهم الرحمان' ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء [۶]

"جو لوگ دوسروں پر رحم کرتے ہیں رحمٰن ان پر رحم کرتا ہے۔ اہل زمین پر رحم کرو' آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ؐ نے اسلامی حکومت کی ذمہ داری لگادی ہے کہ وہ رفاہ عامہ کا فریضہ سرانجام دے اور جو سربراہ مملکت اس فریضہ کی انجام دہی میں غفلت برتے تو اس کا اخروی انجام برا ہو گا۔ آپ ؐ کا فرمان ہے :

ما من عبدٍ یسترعیه اللّٰه رعیته فلم یعطها بنصیحة لم یجد رائحةَ الجنةِ [۷]

"جس بندہ کو خدا نے کسی رعایا کا حکمران بنایا اور اس نے اس کے ساتھ پوری خیر خواہی نہ برتی وہ جنت کی خوشبو بھی نہ پاسکے گا"۔

رفاہ عامہ کے لئے آپ ﷺ کے ہاں جو تڑپ تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے :

حضرت جریرؓ سے مروی ہے کہ ہم ایک مرتبہ شروع دن میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ کچھ لوگ ننگے پاؤں' ننگے جسم' دھاری دار چادریں پہنے اور تلواریں لٹکائے آپ ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ یہ لوگ قبیلہ مضر سے تعلق رکھتے

تھے۔ ان کے اس فقر و فاقہ اور خستہ حالی کو دیکھ کر آپؐ کا چہرہ مبارک متغیر ہو گیا۔ پریشانی میں آپؐ کبھی اندر تشریف لے جاتے اور کبھی باہر تشریف لے آتے۔ پھر حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا۔ نماز کے بعد آپؐ نے لوگوں کے سامنے خطبہ دیا۔ آپؐ نے خطبے میں سورۃ النساء کی ابتدائی آیات اور سورۃ الحشر کی آیت "یٰاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ" پڑھ کر لوگوں کو اپنے غریب اور حاجت مند بھائیوں پر صدقے کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہر آدمی، چاہے اس کے پاس ایک دینار ہو، ایک درہم ہو، ایک کپڑا ہی ہو، ایک صاع گندم یا کھجور کا ہو، اس میں سے صدقہ کرے۔ حتیٰ کہ جس کے پاس ایک کھجور ہے تو اس کے ٹکڑے سے بھی اپنے بھائیوں کی خدمت کرے۔ آپؐ کا فرمانا تھا کہ لوگ گھروں کو دوڑ کھڑے ہوئے اور حسب توفیق چیزیں لانے لگے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ تھوڑی دیر کے بعد کپڑوں اور کھانے کے دو ڈھیر لگ گئے۔ صحابہ کرامؓ کے اس جذبہ ہمدردی و خدمت خلق کو دیکھ کر کہ اس سے دوسرے فقراء کی ضرورت پوری ہو رہی ہے، آپ ﷺ کا چہرۂ انور خوشی سے چمکنے لگا۔ اس روایت کے راوی حضرت جریرؓ بیان فرماتے ہیں کہ :

رایتُ وجہَ رسولِ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یتھلّل کانہ مذھبۃ [۸]

"میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے یوں کھل اٹھا گویا کہ وہ چمکتا ہوا سونے کا ٹکڑا ہے"۔

آپؐ کی اس فکری و عملی تربیت سے صحابہ کرامؓ نے خدمتِ خلق اور رفاہ عامہ کو حرز جاں بنایا۔ خلفائے راشدین کا دور رفاہ عامہ اور معاشرتی فلاح و بہبود کا بے نظیر دور ہے۔ یہ سب کچھ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا فیضان تھا۔

رفاہی منصوبہ بندی کے لئے عملی اقدامات

عصر حاضر میں رفاہ عامہ یا معاشرتی فلاح و بہبود ایک عام اصطلاح ہے۔ جدید جمہوری

ریاستیں اپنے لئے رفاہی اور فلاحی ریاست کا جو تصور پیش کرتی ہیں' ان میں بنی نوع انسان کی خدمت اور رفاہ عامہ کی سرگرمیوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ رفاہ عامہ یا معاشرتی فلاح و بہبود' جسے انگلش میں "Social Welfare" کہتے ہیں' "انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا" کے مطابق اس کے دائرہ عمل میں مندرجہ ذیل انیس امور شامل ہیں۔

(۱) اقلیتوں کا احترام
(۲) معذور اور فاترالعقل افراد کی حفاظت
(۳) عمر رسیدہ اشخاص کی نگہداشت
(۴) غریبوں اور مسکینوں کی امداد
(۵) جرائم پیشہ افراد اور اشخاص کی بحالی
(۶) ایسے مریض جو جنسی امراض یا نفسیاتی مسائل کا شکار ہوں ان کا علاج
(۷) خواتین کے حقوق
(۸) منشیات کے استعمال کے خلاف اقدامات
(۹) وہ افراد جو محرومیوں سے مغلوب ہوں ان کی دادرسی
(۱۰) خاندان کے افراد کی عیادت کرنا
(۱۱) زچہ و بچہ کی بہبود' یتامیٰ کی کفالت
(۱۲) نوجوانوں کی بہبود
(۱۳) دیہاتوں سے شہروں میں منتقلی کے مسائل
(۱۴) ناگہانی حادثات سے بچاؤ۔ تراکیب اور امداد
(۱۵) معاشرے کی مجموعی اعتبار سے ترقی
(۱۶) نفسیاتی امراض کی روک تھام
(۱۷) تعلیمی میدان میں بہبود
(۱۸) مہاجرین کی آبادکاری اور امداد
(۱۹) بھکاریوں کے مسئلہ کا حل۹

مندرجہ بالا امور' جن پر عصر حاضر میں رفاہ عامہ کی بنیاد قائم ہے' ان کو ہم جب سیرت النبی ﷺ اور اسوۂ حسنہ کی روشنی میں دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رفاہ عامہ اور معاشرتی فلاح و بہبود کا آغاز آج سے چودہ سو سال قبل ہو گیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت و مساوات' تعاون و ہمدردی اور رفاہ عامہ کے فکری و تربیتی اقدامات کے ساتھ ساتھ عملی اقدامات فرما کر' ایک فلاحی و رفاہی ریاست کا نظام تشکیل دیا۔ نیز اسی رفاہی منہاج پر خلفائے راشدین نے ایک رفاہی نظام حکومت قائم کیا' جس میں مندرجہ بالا انیس موضوعات سے بڑھ کر موضوعات اور امور شامل تھے' جن میں فقط انسانوں کی فلاح و بہبود ہی نہیں بلکہ حیوانوں کے لئے بھی ایسے اقدامات کئے گئے کہ جس سے حقیقی رفاہی و فلاحی نظام کا پتہ چلتا ہے۔

چنانچہ ہم یہاں ان چند امور کی نشاندہی کریں گے کہ جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاہی منصوبہ بندی کا عملی نقشہ سامنے آ سکے اور عصر حاضر میں اس سے استفادہ کیا جا سکے۔

۱۔ <u>روزگار کی فراہمی و بحالی کے ادارے</u> : ہر مذہب و ملت نے اپنے ماننے والوں کو تلقین کی ہے کہ وہ اپنے دینی بھائیوں کی مدد کریں۔ لیکن اسلام نے اسے بطور خاص اتنی اہمیت دی کہ عبادت کی ادائیگی کو معاملات میں حسن ادائیگی کا ذریعہ قرار دیا۔ دراصل فقر و افلاس اور ناداری و محتاجی انسان کو ذلت و مسکنت کے پست گڑھے میں گرا دیتی ہے اور انسان کی انسانیت پر بدنما داغ بن کر اسے ہمیشہ احساس کمتری میں مبتلا رکھتی ہے' جس کی وجہ سے انسان کی تخلیقی صلاحیتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔ اس لئے جب ایک شخص نے سوال کیا تو آپ ؐ نے اس کو کچھ عطا کرنے کی بجائے اس کو باروزگار بنانے کو ترجیح دی۔

ابوداؤد' ابن ماجہ' ترمذی اور نسائی نے حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت کی ہے کہ :"انصار میں سے ایک شخص سائل کی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ؐ نے دریافت فرمایا کہ کیا تیرے گھر میں کوئی چیز ہے؟ اس نے عرض کیا' ہاں ایک بچھونا ہے' جس کا کچھ حصہ ہم اوڑھ لیتے ہیں اور کچھ بچھا لیتے ہیں اور ایک

پیالہ ہے جس سے ہم پانی پیتے ہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ۔ وہ شخص دونوں چیزیں لے کر آگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں چیزیں اپنے ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا؟ ایک شخص نے کہا میں دونوں چیزیں ایک درہم کے عوض خریدتا ہوں۔ آپ ؐ نے فرمایا کوئی ایک درہم سے زیادہ بولی دیتا ہے؟--- آپ ؐ نے دو یا تین بار یہ بات دہرائی۔ ایک شخص نے کہا کہ میں یہ دونوں چیزیں دو درہم کے عوض لیتا ہوں۔ آپ ؐ نے اسے دونوں چیزیں دو درہم کے عوض دے دیں۔ آپ ؐ نے دو درہم انصاری کے حوالے کئے اور فرمایا کہ ان میں سے ایک کا غلہ خرید کر گھر والوں کو دو اور دوسرے کا ایک کلہاڑا خرید کر میرے پاس لے آؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کلہاڑا لے کر اس میں دستہ جمایا' نیز ارشاد فرمایا کہ جاؤ لکڑی کاٹو اور بیچو اور میں تمہیں پندرہ دن تک نہ دیکھوں۔ وہ شخص چلا گیا۔ لکڑی کاٹتا اور بیچتا رہا اور جب آیا تو دس درہم کما چکا تھا۔ آپ ؐ نے فرمایا ان میں سے چند درہموں کا غلہ اور چند کے کپڑے خرید لو۔ پھر آپ ؐ نے فرمایا ایسا (خود کما کر کھانا) تیرے لئے بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ قیامت کے روز اس حال میں آئے کہ تیرا دوسروں سے مانگنا تیرے چہرے پر داغ کی طرح نمایاں ہو"۔ ؎۱۰

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روزگار کی فراہمی اور بے روزگار افراد کی بحالی سربراہ حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اور ایسے افراد کے لئے ملازمت کے مواقع پیدا کرنا اور انہیں باروزگار بنانا' دراصل رفاہی و فلاحی کام ہے۔

۲۔ **یتیموں کی کفالت اور خدمت:** وہ کمسن بچہ جو باپ کے سایۂ محبت سے محروم ہے' جماعت کے ہر رکن کا فرض ہے کہ اس کو اپنی آغوش محبت میں لے' اس کو پیار کرے' اس کی ہر طرح خدمت کرے' اس کی متروکہ مال و اسباب کی حفاظت کرے' اس کی تعلیم و تربیت کی فکر رکھے اور یتیم لڑکیوں کی حفاظت اور ان کی شادی بیاہ کی مناسب فکر کرے۔ یہ وہ رفاہی احکام ہیں کہ جو مکہ کا یتیم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھ لایا۔ فرمان نبوی ؐ ہے:

انا وکافل الیتیمِ فی الجنۃِ ھٰکذا ۔ واشار بالسبابۃ

والوسطٰی وفرج بینھما [۱۱]

"میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح اکٹھے ہوں گے اور آپؐ نے سبابہ انگلی اور درمیانی انگلی کے درمیانی فرق کی طرف اشارہ فرمایا"۔

آنحضرت ﷺ کی تعلیمات نے عرب کی فطرت بدل دی۔ وہی دل جو بے کس و ناتواں یتیموں کے لئے پتھر سے زیادہ سخت تھے، موم سے زیادہ نرم ہو گئے۔ ہر صحابی کا گھر ایک یتیم خانہ بن گیا۔ ایک ایک یتیم کے لطف و شفقت کے لئے کئی کئی ہاتھ ایک ساتھ بڑھنے لگے۔ بدر کے یتیموں کے مقابلہ میں جگر گوشہ رسولؐ فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا اپنے دعویٰ کو اٹھا لیتی ہیں۔ حضرت عائشہؓ اپنے خاندان اور انصار وغیرہ کی یتیم لڑکیوں کو اپنے گھر لے جا کر دل و جان سے پالتی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ حال ہے کہ وہ کسی یتیم بچہ کو ساتھ لئے بغیر کبھی کھانا نہیں کھاتے [۱۲]۔ حقیقت یہ ہے کہ معاشرہ کے ان پسماندہ افراد کے لئے جو تعلیمات اور عملی کردار سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا، انسانیت کو آج اس اسوۂ حسنہ کی تقلید کی جس قدر ضرورت ہے شاید پہلے کبھی نہ تھی۔

۳ ۔ <u>حاجت مندوں کی خدمت</u> : ہر انسان خواہ وہ کسی قدر صاحب دولت اور بے نیاز ہو، کسی نہ کسی وقت اس پر ایسی افتاد آن پڑتی ہے کہ اس کو دوسروں کی مدد کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس لئے رفاہ عامہ کے لئے انسانی جذبہ کے تحت کسی کی مدد کرنا بڑا نیکی و بھلائی کا کام ہے۔ آپؐ نے فرمایا :

مَن کان فی حاجۃ اخیہ کان اللّٰہ فی حاجتہٖ ومن فرج عن مسلم کُربۃً فرج اللّٰہ عنہ کربۃً مِن کرباتِ یوم القیٰمۃ [۱۳]

"جو شخص اپنے بھائی کی حاجت پوری کرنے میں کوشاں رہا تو خدا تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرنے میں لگا رہے گا، اور جو کسی مسلمان کی ایک مصیبت دور کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی مصیبت دور کر دے گا"۔

ایک مرتبہ ایک عورت مکہ کی ایک گلی سے گزر رہی تھی۔ اس کے سر پر اتنا بھاری بوجھ تھا کہ وہ بمشکل قدم اٹھا سکتی تھی۔ لوگ اس کا تمسخر اڑانے لگے۔ حضور ﷺ کہیں قریب ہی تھے۔ آپؐ عورت کو مشکل میں دیکھ کر فوراً آگے بڑھے اور اس کا بوجھ خود اٹھا کر

اس کی منزل پر پہنچادیا۔ اسی طرح سیرت میں ایک اور واقعہ ملتا ہے کہ ایک دن حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم ایک گلی سے گزر رہے تھے کہ ایک اندھی عورت ٹھوکر کھاکر گر پڑی۔ لوگ اسے گرتے دیکھ کر ہنسنے لگے، لیکن آپؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپؐ نے اس عورت کو اٹھایا اور اس کے گھر پہنچادیا۔ اس کے بعد حضورؐ روزانہ اس عورت کے گھر کھانا لے جاتے تھے۔

ایک دن سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک غلام آٹا پیس رہا ہے اور ساتھ ہی درد سے کراہ رہا ہے۔ آپؐ اس کے قریب گئے تو معلوم ہوا کہ وہ بیمار ہے لیکن اس کا ظالم آقا اس کو چھٹی نہیں دیتا۔ آپؐ نے اس کو آرام سے لٹادیا اور سارا آٹا خود پیس دیا، پھر فرمایا جب تم کو آٹا پیسنا ہو تو مجھے بلا لیا کرو۔ [۱۴]

۴ ۔ صحتِ عامہ کے ادارے : آج کل رفاہ عامہ اور معاشرتی فلاح و بہبود میں صحت عامہ کے اداروں کا بڑا عمل دخل ہے۔

سیرت النبیؐ اور آپؐ کے اسوۂ حسنہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے حفظانِ صحت کے جو اصول وضع کئے اور متعدی امراض کے خلاف جو مدافعتی تدابیر بیان فرمائیں، وہ آج بھی طب جدید کے ماہرین کے لئے حیرت و استعجاب کا باعث ہیں۔ جادو ٹونہ، بھوت پریت اور دیگر اوہام باطلہ میں گرفتار معاشرے میں، آپؐ نے سب سے پہلے باقاعدہ علاج معالجہ کی طرح ڈالی۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے :

ما انزل اللّٰہ داءً الا انزل لہٗ شفاءً [۱۵]

"ایسی کوئی بیماری نہیں جس کی اللہ تعالیٰ نے دوا پیدا نہ کی ہو"۔

آپؐ بیمار کو طبیب حاذق سے علاج کرانے اور اسے پرہیز کرنے کا حکم دیتے تھے، نیز نادان طبیب کو علاج کرنے سے منع فرماتے اور اسے مریض کے نقصان کا ذمہ دار ٹھہراتے تھے۔ اسی طرح معاشرے میں جو اشخاص مسلمانوں کی ہمدردی، دعاؤں اور مدد کے حقدار ہیں، ان میں بیمار بھی شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے خود بیمار کے ساتھ ہمدردی فرماتے ہوئے چند عبادات میں تخفیف و تاخیر اور کچھ کو ترک کرنے کی اجازت دی ہے۔ مثلاً جہاد، حج وغیرہ۔ بیمار کی مدد کرنا، اس کی عیادت کرنا، یہ بھی رفاہ عامہ کے کاموں میں سے ہے۔ سرکار دو عالم

صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ آپؐ بیمار کی خدمت کرتے' اس کی عیادت کو جاتے' چاہے کوئی بچہ کیوں نہ ہو۔ آپؐ مریض کے قریب بیٹھ جاتے اور بیمار کو تسلی دیتے اور اس کی ضرورت کو پورا کرتے۔ بخاری شریف میں ہے کہ :

کان غلامٌ یہودیٌ یَخدم النبیَّ ﷺ فمرض فاتاہ النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم یعودہٗ فقعد عند رأسہٖ فقال لہ اَسْلِمْ فنظر الٰی ابیہ وھو عندہ فقال اَطِعْ ابَاالقاسم فاَسْلَمَ فخرج النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم وھو یقول الحَمْدُ للّٰہِ الذی انقذہ من النار[۱۶]

"ایک یہودی لڑکا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ وہ بیمار ہوا تو آپؐ اس کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ آپؐ اس کے سر کے پاس بیٹھے اور فرمایا : مسلمان ہو جاؤ تو وہ اپنے والد کی طرف دیکھنے لگا' تو اس کے والد نے کہا ابو القاسمؐ کی بات مان لو۔ وہ لڑکا مسلمان ہو گیا۔ حضورؐ یہ کہتے وہاں سے نکلے کہ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اسے جہنم کی آگ سے بچالیا"۔

ایک اور حدیث میں فرمایا :

اَطعموا الجائعَ وَعُودوا المریضَ وفکّوا العَانی[۱۷]

"بھوکوں کو کھانا کھلاؤ' مریض کی عیادت کرو اور قیدیوں کو چھڑاؤ"۔

اس حدیث مبارکہ میں بھوکوں کو کھانا کھلانے' بیماروں کی عیادت کے علاوہ مظلوم قیدیوں کی رہائی کے لئے سماجی خدمت اور رفاہ عامہ کے پروگرام کے تحت "فری لیگل ایڈ کمیٹیوں" کے قیام اور حقوق انسانی کے تحفظ اور فلاح کے لئے منظم جدوجہد کا اشارہ ملتا ہے۔

۵ ۔ <u>تعلیمی ادارے</u> : عصرِ حاضر میں رفاہی خدمات کے سلسلے میں سب سے زیادہ زور جہالت کے خاتمے اور تعلیم کے فروغ پر دیا جاتا ہے۔ تمام عالم انسانیت اس میں کوشاں ہے کہ بنی نوع انسان کو علم کی ضیاء سے منور کیا جائے نیز دنیا سے جہالت کی تاریکی ختم کی جائے۔ اقوام متحدہ کے ادارے اس سماجی و رفاہی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت کے وقت جو پہلا اعلان فرمایا

وہ ناخواندگی کے خاتمے اور خواندگی کے فروغ کے بارے میں تھا۔ یہ معلّمِ صدق و صفا کی تعلیمات کا ہی نتیجہ تھا کہ عرب کی جاہل اور تہذیب نا آشنا قوم علم کی علمبردار اور علوم و فنون کی بانی بن گئی۔ آپ ؐ کا فرمان ہے :

طَلبُ العلِم فریضۃٌ علٰی کُلِّ مسلِم [۱۸]

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے"۔

مَن خرج فی طَلبِ العلِم فھوفی سبیل اللّٰہ حتی یرجع [۱۹]

"جو علم کی راہ میں نکلا وہ اللہ کی راہ میں ہے جب تک کہ لوٹ نہ آئے"۔

تعلیم اور تعلیمی ادارے رفاہ عامہ میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ جہالت کی تاریکی کو مٹا کر علم کے نور سے آشنائی انہی سے ہوتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم اور تعلیم کو صدقہ جاریہ قرار دیا کہ یہ رفاہ عامہ کا اہم ذریعہ ہے۔ ارشاد ہوتا ہے :

اِذا مات الانسانُ انقطعَ عنہُ عمَلُہُ الامن ثلاثۃٍ' صدقہ جاریۃ وعلم یتنفع بہ واولاد صالح یَدعوالہ [۲۰]

"جب انسان مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے سوائے تین چیزوں کے :(۱) صدقہ جاریہ (۲) ایسا علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے (۳) نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرے"۔

رسول اللہ ﷺ نے امتِ مسلمہ کی تعلیم و تربیت کے لئے باقاعدہ انتظام کیا۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد سب سے پہلے مسجد نبوی ؐ میں "صُفہ" کے نام سے دنیا کی سب سے پہلی اقامتی یونیورسٹی (Residential University) کی بنیاد رکھی۔ مختلف علاقوں میں مقرر والیوں اور گورنروں کے ذمہ یہ لگایا کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں لوگوں کی تعلیم کا انتظام کریں۔

۶ ۔ **مہمان نوازی :** مہمان نوازی (Hospitality) بھی محتاج مسافر کی معاشی کفالت کا ذریعہ ہے۔ مسافر اپنے گھر میں غنی اور بے نیاز ہو سکتا ہے مگر سفر میں اس کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔ بالخصوص وہ مسافر جو سفر کی تھکن سے چور ہو جائے' یا اس کا سفر خرچ ختم ہو جائے' اور وہ باآسانی اپنی منزل مقصود تک نہ

پہنچ سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے مسافروں کے لئے' بلاتمیز مسلم و کافر' بہت بڑا سہارا تھے۔ آپ ؐ ان کی مہمان نوازی کر کے ان کی بھوک پیاس دور کرتے اور آرام مہیا فرماکر ان کی تھکن دور فرماتے۔

ایک دفعہ ایک کافر مہمان بن کر آیا۔ آپ ؐ نے ایک بکری کا دودھ اسے پلایا' وہ پی گیا۔ پھر دوسری بکری کا دودھ پلایا وہ بھی پی گیا۔ غرض آپ ؐ نے سات بکریوں کا دودھ اسے پلایا اور وہ پی گیا، مگر آپ ؐ تنگ نہ ہوئے۔ ایک دفعہ غفار قبیلہ کا ایک شخص آکر آپ ؐ کا مہمان ٹھہرا۔ اس رات کاشانہ نبوی ؐ میں صرف بکری کا دودھ تھا' چنانچہ خانہ نبوی ؐ کے تمام افراد بھوکے سوئے حالانکہ اس سے پہلی رات بھی فاقہ تھا[۱۲]
آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس راتوں کو اٹھ اٹھ کر مہمانوں کی خبر گیری فرمایا کرتے تھے۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر حاضر میں مسافرت اور سفر کے لئے ہر قسم کی سہولتیں پیدا کرنا' رفاہ عامہ کے کاموں میں سے ہے۔ صحابہ کرام' خصوصاً خلفائے راشدین کے عہد میں سفر کی مختلف سہولتیں مثلاً سڑکیں' کنویں اور سرائیں بنائی گئیں تاکہ مسافروں کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور وہ آرام و سکون سے سفر کر سکیں۔

۷ ۔ امانت اور قرض : امانت (Trust) معاشی رفاہیت (Economic Welfare) کا ذریعہ بن سکتی ہے۔
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بلامعاوضہ لوگوں کی امانتوں کی حفاظت فرمایا کرتے تھے۔ آپ ؐ کی امانت اور دیانت کا یہ عالم تھا کہ آپ ؐ کے جانی دشمن بھی آپ ؐ کی امانت داری کے معترف تھے اور اپنی امانتیں آپ ؐ کے پاس رکھتے تھے۔ امانت بھی رفاہ عامہ کا ایک ادارہ ہے۔ جس شخص کے پاس امانت رکھی جا رہی ہے اگر وہ امانت دار ہے تو پورا معاشرہ اس پر اعتماد کرے گا۔

قرض اور عاریت کے ذریعے بھی رفاہی منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ جو لوگ ضرورت مند ہیں' دوسرے لوگ جو مال دار ہیں ان سے مدد طلب کریں اور مالدار افراد کے لئے ضروری ہے کہ وہ قرض یا عاریت سے رفاہ عامہ کے نقطہ نظر سے اپنے بھائیوں کی خدمت کریں۔ آپ ؐ کا فرمان ہے :

لا ینبغی لعبدٍ ان یاتی اخاه یسألہ قرضًا وھو یجده فیمنعه [۲۲]

"کسی بندہ کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کا بھائی اس سے قرض مانگنے آئے اور وہ اس کو دینے کی گنجائش رکھتا ہو' پھر بھی وہ اس سے انکار کر دے"۔

آپؐ نے فرمایا :

کل قرضٍ صدقۃٌ [۲۳]

"ہر قرض صدقہ ہوتا ہے"

۸ ۔ **اسلامی ریاست ایک رفاہی ادارہ :** اسلامی ریاست ایک ایسی ریاست ہے جو کہ تمام انسانوں کی بھلائی کے لئے معرض وجود میں آئی ہے۔ اس کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ بلاتخصیصِ رنگ و نسل' زبان و علاقہ تمام انسانوں کی بھلائی و خیر خواہی کرے۔ اور یہ کہ اسلامی حکومت دستوراً اور اخلاقاً دونوں طرح اپنے شہریوں کی فلاح و بہبود کے علاوہ بنیادی ضروریات زندگی کی ضمانت دینے کی پابند ہے۔ اسلامی ریاست کا امتیازی وصف یہ ہے کہ وہ رفاہ عامہ اور کفالتِ عامہ کی ذمہ داری لیتی ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی بحیثیتِ سربراہ مملکتِ اسلامیہ کے ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ :

انا اول بالمومنین من انفسھم فمن توفٰی وعلیہ دین فعلیّ قضائہ ومن ترک مال فلِوَرثتہٖ [۲۴]

"میں مسلمانوں کے لئے ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہوں' لہٰذا جو شخص مرجائے اور قرضہ چھوڑ کر جائے' تو اس کی ادائیگی میرے ذمہ ہے اور جو کوئی مال چھوڑ کر مرے تو وہ اس کے وارثوں کے لئے ہو گا"۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ شریعت نے اسلامی ریاست کو اپنے تمام شہریوں کا ولی (سرپرست) قرار دیا ہے۔ سرپرستی کا ایک تقاضا یہ ہے کہ ان افراد کی بنیادی ضروریات کے علاوہ رفاہ عامہ کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔ ارشاد ہوتا ہے :

اللّٰہ وَرَسُولُہٗ مولٰی مَن لامولٰی لہ [۲۵]

"اللہ اور اس کا رسولؐ اس کے سرپرست ہیں جس کا کوئی ولی (سرپرست) نہ ہو"۔

ایک دوسرے ارشادگرامی میں فرمایاکہ :

السلطان ولیّ مَن لاولی لہ[۲۶]

"سلطان (سربراہ حکومت) اس کا سرپرست اور ذمہ دار ہے جس کاکوئی سرپرست نہ ہو"۔

عہد نبویؐ میں "اوقاف" بھی بیت المال کی آمدنی کاایک اہم ذریعہ تھا۔ "وقف" سے مراد وہ اشیاء منقولہ یاغیر منقولہ ہیں جو ذاتی ملکیت سے نکال کر "فی سبیل اللہ" دے دی جائیں۔ اسلام کے معاشی نظام نے اس کے اجراء اور توسیع کے لئے بہت زیادہ ترغیب دی ہے۔ حضورؐ کے ارشادات سے "وقف" کی اہمیت واضح ہوتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایاکہ :

"جب انسان مرتا ہے تو اس کے تمام عمل ختم ہو جاتے ہیں' مگر تین مستثنیٰ ہیں' ایک صدقہ جاریہ' دوسرا علم نافع' تیسرا نیک اولاد' جو اس کے لئے ہروقت دعاکرتی ہے"۔[۲۷]

اوقاف کی آمدن سے رفاہ عامہ کے کاموں میں مدد لی جاتی۔ بے سہارا' یتیم لڑکیوں کی شادی بیاہ کابندوبست کیاجاتااور ایسے افراد جو شادی کی مالی استطاعت نہ رکھتے ہوں' ان کی مدد کی جاتی۔ اپاہجوں اور معذوروں کی معاشی کفالت کرنے' غریب مریضوں کا علاج کرانے' مقروض لوگوں کے قرض اداکرنے میں اوقاف کی آمدنی استعمال ہوتی تھی۔

الغرض سرور کائنات' رحمتِ مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا اعجاز ہے کہ انسانی ہمدردی اور خدمتِ خلق سے متعلق آپؐ کی پاکیزہ تعلیمات اور آپؐ کااسوۂ حسنہ پوری تہذیب انسانی کی توجہ کامرکز ہے۔ موجودہ دور میں تمام اقوامِ عالم آپؐ کے ارشادات عالیہ کی روشنی میں سماجی بہبود اور رفاہ عامہ کے منصوبے تشکیل دینے پر مجبور ہیں۔ جدید ریاستوں نے تدریجًا ایک فلاحی و رفاہی تصور پیدا کیا ہے۔ مگر تاریخ دان اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتے کہ فلاحی و رفاہی ریاست تشکیل دینے والے اور اس کو روبہ عمل لانے والے پہلے مدبر محسن انسانیت' رحمت مجسم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔

عہدِ حاضر میں رفاہی منصوبہ بندی کی ضرورت

رفاہ عامہ اور معاشرتی فلاح و بہبود کا مطلب' اجتماعی مسائل اور کوششوں کو اس طرح بروئے کار لانا ہے کہ سب کی زندگی کی بنیادی ضرورتیں پورے ہوئے بغیر نہ رہیں۔ کوئی بے خانہ و بے خانماں نہ رہے۔ حالت مرض میں مریض محروم دوا نہ رہ جائے۔ جہالت' ذہن و دل کی تاریک ہے۔ اجتماعی کوششوں سے اسے ضیائے علم سے دور کیا جائے اور کوئی بلاوجہ شمعِ علم و عرفان سے محروم نہ رہنے دیا جائے۔

خدمتِ خلق و رفاہ عامہ کا مروجہ تصور انیسویں صدی عیسوی کے بدلتے ہوئے حالات کی پیداوار ہے۔ یہی تصور آج کے بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں مختلف صورتوں میں اور مختلف ضابطوں کی صورت میں نظر آتا ہے۔ آج کی دنیا انسان سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے۔ انسان کی فلاح و بہبود کے لئے لاتعداد پروگرام وضع کئے گئے ہیں۔ بین الاقوامی ادارے (U.N.O) کا نعرہ یہ ہے کہ سارے عالم سے بھوک' جہالت' بیماری کو ختم کر دیا جائے۔ اس ادارے کی بے شمار شاخیں انسانیت کی فلاح کے لئے کام کر رہی ہیں۔ جدید جمہوری ریاستیں اپنے لئے فلاحی و رفاہی ریاست کے نام سے موسوم ہونا پسند کرتی ہیں۔ نیز حقوق انسانی کے تحفظ اور ان کی ادائیگی کو فرض قرار دیتی ہیں۔ نظام سرمایہ داری اور نظام اشراکیت نے بھی رفاہی نظام کو اپنانے کی کوششیں کیں' مگر ان کا یہ رفاہی نظام محدود طبقے تک محدود رہا۔ نظام سرمایہ داری کے ہاں فلاحی و رفاہی تصور امراء تک محدود رہا جبکہ نظام سوشلزم نے کسی حد تک رفاہی نظام کو کامیاب بنانے کی کوشش کی مگر ان کے ہاں یہ نظام انسانیت کے لئے اس قدر مہنگا ثابت ہوا کہ انسانیت سے اس کا فطری حق "حق ملکیت' چھین لیا گیا۔ بہرحال دونوں نظام اپنے ہاں رفاہی و فلاحی تصور کے دعویدار ہیں۔

رفاہ عامہ اور خدمت خلق کا تصور تعلیمی سطح پر ایک باقاعدہ سائنس کا درجہ اختیار کر چکا ہے۔ سماجی خدمات کا شعبہ دنیا بھر کے ممالک میں ایک اہم ریاستی ذمہ داری کے طور پر کام کر رہا ہے۔ عہد حاضر میں جب کہ ایک طرف سائنسی و تیکنیکی علوم میں حیرت انگیز ترقی کے سبب صنعت و زراعت اور تجارت کو بے حد فروغ حاصل ہوا ہے' اس قدر رفاہی نظام

اور رفاہی ادارے کام کر رہے ہیں اور دوسری طرف بے کاری اور بے روزگاری' فقرو فاقہ' بے چینی بدامنی اور اضطراب میں بھی اسی نسبت سے اضافہ ہوا ہے۔ اس صورت حال نے بے شمار معاشرتی' اقتصادی' تہذیبی اور ثقافتی و تمدنی مسائل کو جنم دیا ہے۔ گویا نت نئے مسائل کا ایک لامتناہی سلسلہ جاری ہو گیا ہے۔ یورپ کے صنعتی انقلاب کے بعد شہر بڑی بڑی صنعتوں کے مرکز بنتے چلے گئے اور دیہاتی آبادی ذرائع روزگار کی تلاش میں دیہاتوں سے شہروں میں منتقل ہوتی چلی گئی۔ آبادی کی یہ نقل مکانی اس وسیع پیمانے پر ہوئی کہ شہر ہر قسم کے مسائل کی آماجگاہ بن گئے۔ رہائش' خوراک' لباس' ٹرانسپورٹ' تعلیم اور علاج کے لاتعداد مسائل اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسی طرح مغرب کے بعد جب مشرق نے بھی صنعتی میدان میں قدم رکھا تو یہاں بھی یہی صورتحال پیدا ہو گی۔ ان حالات میں فلاح عامہ کے لئے ایسے اداروں کی ضرورت میں اضافہ ہوا ہے کہ ان مسائل کو حل کیا جائے۔ فلاح عامہ کے لئے رفاہ عامہ کے ادارے تشکیل دیئے گئے کہ انسانیت کی تعمیر میں مددگار ثابت ہوں۔

آج جبکہ پوری دنیا' غربت و افلاس' جہالت و جاہلیت اور بدامنی و عدم سکون کا شکار ہے' مادیت کا غلبہ ہے جبکہ روحانیت مفقود ہے' ایسے حالات میں سماجی خدمت اور رفاہ عامہ کی بدولت انسانیت کی فلاح کے لئے کوشش کرنا بہت بڑی نیکی ہے۔ چنانچہ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں ایسا نظام تشکیل دیا جائے جس سے انسانیت کی تعمیر ہوتی ہو۔ اس موقع پر ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ :

> "سرمایہ دارانہ نظام عام رفاہیت کا صرف خواب دکھاتا ہے' سوشلزم اس کی تعبیر بتانے کی کوشش کرتا ہے' جبکہ اسلام اس کی عملی شکل پیش کرتا ہے"۔

معروف شاعر احمد شوقیؒ نے نبی اکرم ﷺ کی اس غریب پروری اور خدمت خلق کی پالیسی کی طرف یوں اشارہ کیا ہے :

انصفتَ اھلَ الفقر من اھلِ الغنٰی
فالکل فی حقِّ الحیاۃِ سواءٌ
فَلو ان انسانًا تخیّر مِلّۃً

مَا اختار الا دینک الفقراءُ
الاشتراکیّون وانتَ اِمامھم
لو لا دعاوی القوم والعلواءُ

"(اے نبی محترم محتشم ﷺ) آپؐ نے غریبوں کو اہل ثروت سے پورا پورا انصاف کر کے ان کو حق دلوایا' جس سے پتہ چلتا ہے کہ سارے انسان غرباء و امراء حق زندگی میں برابر ہیں۔ اگر کوئی آدمی اپنی مرضی سے کسی دین کو اختیار کرے تو یہ بات یقینی ہے کہ کم از کم فقیر لوگ تو آپؐ کے دین ہی کو اختیار کریں گے۔ اشتراکی اور سوشلسٹ لوگ اگر بے جا دعوئی نہ کریں اور اپنے فلسفے میں غلو سے کام نہ لیں تو آپؐ ان کے امام ہیں۔

ماخذ و مصادر

۱۔ بخاری' کتاب الوحی' باب کیف بدء الوحی
۲۔ بخاری' کتاب الایمان' باب ای الاسلام افضل
۳۔ مشکوٰۃ' کتاب الاداب
۴۔ مشکوٰۃ' کتاب الاداب' باب الشفقه ورحمۃ علی الخلق ۲/ ۶۱۳
۵۔ مشکوٰۃ' کتاب الاداب' باب الشفقه ورحمۃ علی الخلق ۲/ ۶۱۳
۶۔ الترمذی' ابواب البر والصله' باب ماجاء فی رحمه وکفاله ۸/ ۱۰۶
۷۔ مشکوٰۃ' کتاب الاداب' باب الشفقه ورحمۃ علی الخلق ۲/ ۶۱۳
بخاری' کتاب الاحکام' باب من استرعٰی رعیۃ فلم ینصح
۸۔ مسلم' کتاب الزکاۃ' باب الحث علی الصدقه ۱/ ۳۲۷
۹۔ انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا۔ مطبع لندن' ۲۹/ ۴۲۱
۱۰۔ سنن ابی داؤد' کتاب الزکاۃ' باب مایجوز فیه المسألة
۱۱۔ بخاری' کتاب الآداب' باب فضل من یعول یتیما
۱۲۔ سید سلیمان ندوی" سیرت النبی' ادارہ اسلامیات لاہور ۱۹۸۲ء' ۶/ ۲۴۹
۱۳۔ صحیحین' بحوالہ سیرت النبی' ۶/ ۲۶۰

۱۴ ـ ساجد الرحمٰن صاجزادہ 'پیغمبر اخلاق' ادارۂ تحقیقات اسلامی اسلام آباد' ص ۱۲۰

۱۵ ـ بخاری 'کتاب الطب' باب ما انزل اللہ داء الا انزل اللہ شفاء

۱۶ ـ بخاری 'کتاب الجنائز' باب عیادۃ المشرک

۱۷ ـ بخاری 'کتاب الطب' باب نمبر ۳۷۷

۱۸ ـ مشکوۃ 'کتاب العلم' باب فضل العلم

۱۹ ـ ایضاً " " "

۲۰ ـ صحیح مسلم' کتاب الوصایا' باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ ۵/۷۳

۲۱ ـ احمد بن حنبل 'مسند' ۶/۳۹۷

۲۲ ـ مشکوٰۃ 'کتاب البیوع

۲۳ ـ ایضاً "

۲۴ ـ بخاری' کتاب النفقات' باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من ترک کلا او ضیاعا...

۲۵ ـ ترمذی 'ابواب الفرائض' باب ماجاء فی میراث المال

۲۶ ـ ترمذی 'ابواب النکاح' باب ماجاء لانکاح الابولیّ

۲۷ ـ مسلم' کتاب الوصایا' باب ما یلحق الانسان من الثواب بعد وفاتہ ۵/۷۳

خوشخبری

دینی اداروں کے مہتمم حضرات کیلئے

اندرون و بیرون ملک مقیم اہلِ ثروت حضرات کی کثیر تعداد جو اپنے نام کی تشہیر کیے بغیر دینی خدمت میں مصروف مدارس و مساجد کی مالی امداد کرنا چاہتے ہیں۔

مالی امداد کے خواہشمند دینی اداروں کے مہتمم حضرات تفصیلات کیلئے فوری لکھیں

خط و کتابت کے لیے پتہ

اسلامک انٹرنیشنل ویلفیئر آرگنائزیشن (رجسٹرڈ)

37 - پی۔ گلبرگ 2 (نزد منی مارکیٹ) لاہور ۵۴۶۶۰

فون: 5755222-5755444 فیکس: 5756333

ضرورت رشتہ

گریڈ ـ ۱۹ کے ایک سرکاری ملازم کو اپنی بیٹی کے لئے موزوں رشتہ درکار ہے۔ لڑکی کی عمر ۱۹ سال ہے اور گریجوایشن کر رہی ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

ع ـ ش 'معرفت سردار اعوان' معتمد ذاتی قرآن اکیڈمی' K-36 ماڈل ٹاؤن' لاہور

قرآن اور صاحبِ قرآن

پروفیسر ریاض الرحمٰن، ملتان

گزشتہ سے پیوستہ

(۴) قرآن مجید کا مسلمانوں پر چوتھا حق ہے اس کے حکم و اقامت کا۔۔۔یعنی جتنا علم، قرآن کا، کسی کو حاصل ہو وہ اس پر حتی الامکان فوری طور پر عمل شروع کر دے، اور اسلامی ریاست پر تو واجب ہے کہ وہ ہر انسانی ساختہ نظام کو رد کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی وحی اور رسول اکرم ﷺ کے طریقے فوری طور پر اپنا لے، ورنہ اسے قرآن کافر، ظالم اور فاسق حکومت قرار دیتا ہے۔ سورۃ المائدہ کی آیات ۴۵ تا ۴۷ پڑھئے، صریح الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا: وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ○.... الظّٰلِمُوْنَ،.....الفَاسِقُوْنَ ○ (اور جو لوگ اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی کافر ہیں....وہی ظالم ہیں....وہی فاسق ہیں) آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں: مَنْ تَرَكَهٗ مِنْ جَبَّارٍ قَصَمَهُ اللّٰهُ (جو جابر حکمران قرآن کو چھوڑ دے گا، اسے نافذ نہیں کرے گا، اللہ اسے کچل کے رکھ دے گا)

انسانی ساختہ قوانین یا نظام ہائے زندگی کو اسلام "جاہلیت" اور "طاغوت" قرار دیتا ہے منافقین کے بارے میں قرآن مجید نے فرمایا: يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ (دعویٰ ایمان کے ساتھ ساتھ یہ لوگ چاہتے ہیں کہ معاملاتِ زندگی کا فیصلہ کرانے کے لئے طاغوت کے پاس جائیں، حالانکہ انہیں اس سے کفر کرنے کا حکم دیا گیا ہے)۔ یہ "طاغوت" کیا چیز ہے؟۔ جو چیز حدودِ بندگی سے نکل جائے اسے طاغوت کہتے ہیں، وہ چیزیں بھی اس کے تحت آجاتی ہیں جو حدود بندگی سے نکل جانے کا ذریعہ یا باعث ہوں۔ پس جن و انس شیاطین، طاغوت ہیں، ساحر، کاہن، اصنام و اوثان، فرعون، نمرود، اللہ کی ہدایت سے ہٹانے والے لیڈر، غیر الٰہی عدالتیں، غیر الٰہی

درس گاہیں' غیر الٰہی خانقاہیں' سب طاغوت ہیں۔ پھر اس میں خواہشاتِ نفس کی پیروی' آباء و اجداد پرستی' تھیا کریسی' ڈیموکریسی' سیکولرازم' کمیونزم' کیپٹلزم' امپیریلزم' انسانوں پر انسانوں کی حاکمیت --- سب شامل ہیں۔ قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہی ہے کہ انسان کی گردن سے غیر اللہ کا قلادہ نکال دے اور اسے اللہ کا بندہ بنا دے ---- یہ ہے حکم بالقرآن اور اقامت قرآن --- قرآن مجید کے اس حق سے عالمِ اسلام اس قدر بے شعور' غافل اور بے گانہ ہے کہ قرآن مظلوم بن کے رہ گیا ہے اور زبان حال سے فریاد کناں ہے ؎

یہ میری عقیدت کے دعوے' قانون پہ راضی غیروں کے
یوں بھی مجھے رسوا کرتے ہیں' ایسے بھی ستایا جاتا ہوں

---

(۵) قرآن مجید کا پانچواں حق' مسلمانوں پر یہ ہے کہ وہ اس کی تبلیغ و تبیین کریں' قرآن مجید اپنے بارے میں خود کہتا ہے'

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْا اَنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

یہ ایک پیغام ہے' سب انسانوں کے لئے' اور یہ بھیجا گیا ہے اس لئے کہ اس کے ذریعہ سے خبردار کر دیا جائے اور وہ جان لیں کہ در حقیقت الٰہ بس ایک ہی ہے' اور جو عقل رکھتے ہیں وہ ہوش میں آجائیں۔ (ابراہیم : ۵۲)

قرآن کریم میں یہود کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ تورات کی تعلیمات کو چھپانے کے لئے مختلف ہتھکنڈے اختیار کرتے تھے' خاص طور پر انہوں نے ان نشانیوں کو پردۂ اخفا میں رکھنے کی پوری کوشش کی جو تورات میں آخری نبی کے سلسلے میں وارد ہوئی تھیں' یہ ان کا ایسا بڑا جرم تھا کہ وہ اس کتمانِ حق کی پاداش میں اللہ کی لعنت کے مستحق ٹھہرے' ان کے کتمانِ حق کے جرم سے قیامت کے روز جب پردہ اٹھے گا تو ان پر نہ صرف نیک لوگ لعنت بھیجیں گے بلکہ وہ گنہگار بھی ان پر لعنت بھیجیں گے جو ان کی پیروی میں گمراہ ہوں گے اور پھر وہ دائمی عذاب میں جھونک دیئے جائیں گے۔

اب یہی کتمانِ حق کا جرم اگر مسلمان کریں گے تو وہ بھی ویسی ہی سزا پائیں گے جیسی

یہود کو ملے گی--- سنئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد :

اِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَآ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنّٰهُ لِلنَّاسِ فِى الْكِتٰبِ اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُونَ ۝ (البقرہ : ۱۵۹)

"جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایات کو چھپاتے ہیں' درآنحالیکہ ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لئے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں' یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت بھیجتے ہیں۔"

یہاں پر قرآن کے حق "تبلیغ و تبیین" کی قدرے وضاحت ہو جانی چاہئے۔ تبلیغ کے معنی ہیں : اچھی طرح پہنچا دینا اور تبیین کا معنی ہے خوب کھول کر بیان کرنا--- یہ دونوں کام (تبلیغ اور تبیین) ہم تب کر سکتے ہیں جب ہمیں خود دین کا جامع تصور معلوم ہو گا' جب دین کا جامع تصور ہمیں خود حاصل ہو گا تو پھر ہم اس قابل ہو سکیں گے کہ اسے دوسروں تک اچھی طرح' خوب کھول کر بیان کر کے منتقل کر سکیں۔

مناظرہ اور تقریر کے فن سے کام لے کر' کچھ رٹی رٹائی باتیں کر دینا تبلیغ و تبیین نہیں ہے۔ دین کا جامع تصور ہمیں تدبر و تفکر سے قرآن مجید اور احادیث کا مطالعہ کرنے سے' سیرتِ طیبہ میں گہرا غور کرنے سے' حاصل ہو گا۔ پھر تبلیغ کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن مجید میں یہ شرط مقرر ہے کہ یہ دل سے کی جائے' زبان سے کی جائے' عمل سے کی جائے' بلا تقسیم و تفریق' پورے دین کی کی جائے' کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا کئے بغیر کی جائے' بے رو رعایت کی جائے' اگر ضرورت پڑ جائے تو جان دے کر کی جائے۔

پھر قرآن مجید سے یہ حقیقت بھی ہم پر منکشف ہوتی ہے کہ انبیائے کرام علیہم السلام کا طریقِ دعوت ہمیشہ یہ رہا ہے کہ انہوں نے پہلے ذہین طبقے کو مخاطب کیا' ہمیں بھی اپنے اپنے ملک یا علاقے یا ماحول میں ذہین اور کارفرما عناصر کو نظرانداز نہیں کرنا ہو گا اور تبلیغ کی حکمت اور داعی کی صفات اپنے اندر پیدا کرنی ہوں گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داعیانہ

کردار پر ہمیشہ نگاہ رکھنی ہوگی۔

اب ہم موضوع کے دوسرے جزء (صاحبِ قرآن) صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آتے ہیں۔

کتاب اور صاحبِ کتاب --- یہ دونوں چیزیں ہمیشہ سے ایسی لازم وملزوم رہی ہیں کہ ان میں سے کسی ایک کو الگ کر کے نہ انسان کو کبھی دین کا صحیح فہم نصیب ہو سکا اور نہ وہ ہدایت سے بہرہ یاب ہو سکا۔ مثال کے طور پر ہندوؤں نے اپنے انبیاء کی سیرتوں کو محفوظ نہ رکھا اور صرف کتابیں لے کر بیٹھ گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ کتابیں ان کے لئے لفظی گورکھ دھندوں سے بڑھ کر کچھ نہ رہیں، حتیٰ کہ آخر کار وہ خود کتابوں کو بھی گم کر بیٹھے، ان کے برعکس عیسائیوں نے کتاب کو نظرانداز کر کے نبیؑ کا دامن پکڑا اور اس کی شخصیت میں غلو کر کے، پہلے نبی کو ابن اللہ اور پھر عین اللہ بنانے تک جا پہنچے۔

مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ انکے پاس اللہ کا کلام، قرآن مجید کی شکل میں محفوظ ہے اور دوسری چیز اسوۂ نبوت، محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ میں محفوظ ہے ہمیشہ کی طرح آج بھی اسلام کا صحیح فہم انسان کو اگر حاصل ہو سکتا ہے تو اس کی صورت صرف یہ ہے کہ وہ قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن سے سمجھے۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کی مدد سے جس نے سمجھ لیا اس نے اسلام کو سمجھا، ورنہ فہمِ دین سے بھی محروم رہا، اور نتیجتاً ہدایت سے بھی۔

قرآن مجید اپنے لانے والے کو جس رنگ میں پیش کرتا ہے وہ اس قدر صاف، واضح اور آلودگی سے پاک ہے کہ کسی قسم کی افراط و تفریط کی اس میں گنجائش ہی نہیں ہے۔ قرآن بتاتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بشر ہیں، ان میں الوہیت کا کوئی شائبہ تک نہیں، ان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کاروبارِ کائنات میں شریک وسہیم نہیں بنایا گیا، وہ ایسی کمزوریوں سے بھی پاک ہیں جو ایک ہادی اور داعی الی الحق کی شان سے گری ہوئی ہوں، وہ ایک کامل انسان تھے، بہترین اخلاق سے متصف تھے، انبیاء سابقین کی تصدیق کرتے تھے، کسی نئے مذہب کے بانی نہ تھے، کسی فوق البشر حیثیت کے مدعی نہ تھے، ان کی دعوت تمام عالم کے لئے

تھی' نبوت کا سلسلہ ان پر ختم کر دیا گیا۔

اب --- "قرآن کا فہم بذریعہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم" ---- کے موضوع پر قرآن کی داخلی شہادت ملاحظہ کیجئے۔ قرآن مجید کی بے شمار آیات اس داخلی شہادت کا مضمون پیش کرتی ہیں۔ چند ایک یہ ہیں :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ (آل عمران : ۱۶۴)

"در حقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے' ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے' حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں میں پڑے ہوئے تھے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مشن محض تلاوتِ آیات تک ہی محدود نہ تھا' بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تعلیمِ آیات اور تعلیمِ حکمت اور تزکیہ (زندگیوں کو سنوارنا) بھی آپ کے فرائض منصبی میں شامل تھا۔ "تعلیم" الفاظ کے سنا دینے کا نام نہیں ہے بلکہ مشکل مطالب کا حل کرنا اور مجمل و مبہم باتوں کی تفصیل و تشریح کو تعلیم کہتے ہیں' اور تعلیم کبھی صرف زبان سے ہوتی ہے' اور کبھی زبان اور عمل دونوں سے ہوتی ہے اور یہی وہ "تعلیمِ کتاب و حکمت" ہے جو احادیث و سنن کے نام سے مشہور ہے' ---- لہٰذا اللہ کی جانب سے مامور کئے ہوئے اس معلّم الکتاب (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات کو درمیان سے ہٹا کر محض اپنی عقل و فکر کے بل بوتے پر الکتاب (قرآن) کا کوئی مفہوم متعین کیا جائے گا تو اس کے بارے میں یہ ضمانت نہیں دی جا سکتی کہ وہ یقیناً اللہ تعالیٰ کی منشاو مراد کے مطابق ہے' لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان فیض ترجمان سے اور عمل مبارک سے بیان کئے ہوئے قرآنی مفہوم کے متعلق ایک لمحے کے لئے بھی یہ شک نہیں کیا جا سکتا کہ وہ اللہ عزوجل کے منشاو مراد کے ٹھیک ٹھیک مطابق نہ ہو' کیونکہ آپ یہ کام وحی کی نگرانی میں کرتے تھے' جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ لِّلْخَاۗىِٕنِيْنَ خَصِيْمًا O (النساء : ۱۰۵)

"اے نبیؐ، ہم نے یہ کتاب حق کے ساتھ تمہاری طرف نازل کی ہے، تاکہ جو راہ راست اللہ نے تمہیں دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کرو، اور تم بددیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والے نہ بنو"۔

اس آیت میں "بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ" کا جملہ خاص طور پر قابل غور ہے، یہی وہ "اِرَاءَ ۃ" (راہ دکھانا) ہے جسے محدثین اور ائمہ مجتہدین اپنی اصطلاح میں "وحی خفی" یا "وحی غیر متلو" سے تعبیر کرتے ہیں، مطلب یہ ہوا کہ کسی امر سے متعلق رسولؐ کی تفصیل و تشریح اور کسی معاملے سے متعلق رسولؐ کا فیصلہ محض ایک بشر کا فیصلہ نہیں ہے، بلکہ اللہ کی "اراءۃ" کا نتیجہ اور فراستِ نبویہ کا وہ فیصلہ ہے جس میں کوئی دوسرا شخص رسولؐ کا شریک و سہیم نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔

حدیث و سنت کا بیان القرآن ہونا دیگر آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے مثلاً :

...وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ O (النحل : ۴۴)

"...اور اب یہ ذکر ہم نے تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لئے اتاری گئی ہے اور تاکہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں"۔

اسی سورۃ النحل میں آگے چل کر آیت ۶۴ میں فرمایا :

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِي اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ O

"اور ہم نے یہ کتاب تم پر اس لئے نازل کی ہے کہ تم ان اختلافات کی حقیقت ان پر کھول دو جن پر یہ پڑے ہوئے ہیں، یہ کتاب رہنمائی اور رحمت بن کر اتری ہے ان لوگوں کے لئے جو اسے مان لیں"۔

صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کا معلّمِ قرآن اور مبینِ قرآن ہونا تو آپؐ کی ایک حیثیت ہوئی، دیگر کئی حیثیتیں بھی آپ کی ذاتِ اقدس میں سمو دی گئی ہیں، مثلاً آپ کا مطاع

ہونا، معتمد علیہ ہونا، متبوع ہونا، محبوب ہونا، خاتم النّبیین ہونا، وغیرہ بے شمار اعتبارات سے آپؐ جامع کمالات ہیں۔

ایمان بالرسالۃِ المُحَمدیۃ کا معنیٰ یہ ہے کہ آپؐ کی ذات پر سچا اور پکا اعتماد، یہ اعتماد کہ آپؐ صادق اور امین ہیں، آپؐ کے ہر قول اور فعل میں گہری حکمت ہے، جو راہ آپؐ نے دکھائی ہے، اگرچہ ظاہراً اس میں کتنے ہی خطرات نظر آ رہے ہیں، مگر نجات اور فلاح کی حقیقی راہ وہی ہے، اس بات پر اعتماد کہ آپؐ نے زندگی کے جو اصول سکھائے ہیں وہ دائمی اور ابدی ہیں اور انسان ان سے کبھی بے نیاز نہیں ہو سکے گا، اور سب سے بڑھ کر اس بات پر اعتماد کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا طریقہ جو آپؐ نے بتایا اور سکھایا ہے اس سے بہتر طریقہ کوئی اور نہیں ہو سکتا۔ جب تک یہ اعتماد اور یقین انسانوں میں پیدا نہ ہو وہ ایمان کی حقیقی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتے:

ذَاقَ طَعمَ الایمانِ مَن رَضِیَ بِاللّٰہِ رَبًّا --- وَبِالاسلامِ دِینًا --- وَبِمُحمدٍ رَسولًا (مسلم)

"اس شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اس بات پر راضی ہو گیا کہ اللہ اس کا رب ہے اور اس پر کہ اسلام اس کا دین ہے اور اس پر راضی ہو گیا کہ محمدؐ اس کے رسول ہیں۔"

آپؐ کے مطاع ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ زندگی کے معاملات میں جو احکام و ہدایات آپؐ دیں، ان کی بلا چون وچرا تعمیل کی جائے:

"وَمَا اَرسَلنَا مِن رَّسُولٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذنِ اللّٰہِ (النساء: ۶۴)

"اور ہم نے نہیں بھیجا کسی رسول کو مگر اس لئے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے حکم سے۔"

مَن یُّطِعِ الرَّسُولَ فَقَد اَطَاعَ اللّٰہَ (النساء: ۸۰)

"جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے درحقیقت اللہ کی اطاعت کی۔"

اگر محض زبان سے آنحضرتؐ کی رسالت کا اقرار کیا جاتا رہے اور اطاعت اپنی نفسانی خواہشات کی یا آباء و اجداد کے طور طریقوں کی یا دنیادار باثر طبقے کی، کی جاتی رہے تو یہ رسولؐ کو صحیح معنوں میں ماننا نہیں ہو گا۔

اطاعت کے ساتھ اتباع بھی ضروری ہے' اطاعت بعض حالات میں محض ظاہری اور رسمی بھی ہو سکتی ہے مگر سچی محبت اور اخلاص کے ساتھ جو اطاعت کی جائے گی وہ "اتباع" کی تعریف میں شامل ہو جائے گی۔ اب ہم ذرا اپنی اپنی عملی زندگی میں جھانک کر دیکھیں تو صورت حال کچھ ایسی نظر آئے گی۔

تیرے حسنِ خُلق کی چھینٹ تک مری زندگی پہ نہ پڑ سکی
میں مطمئن ہوں کہ شہر کے در و بام کو تو سجا دیا
ترے ثور و بدر کے باب میں مَیں ورق الٹ کے گزر گیا
مجھے صرف تری حکایتوں کی روایتوں نے مزا دیا
میں ترے مزار کی جالیوں کی مدحتوں میں مگن رہا
ترے دشمنوں نے ترے چمن میں خزاں کا جال بچھا دیا
یہ میری عقیدتِ بے بصر' یہ میری ارادتِ بے ثمر
مجھے میرے دعویٰءِ عشق نے نہ صنم دیا' نہ خدا دیا
ترا نقشِ پا تھا جو راہنما' تو غبارِ راہ تھی کہکشاں
اسے کھو دیا تو زمانے بھر نے ہمیں نظر سے گرا دیا
کسی غمگسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلہ دیا
کہ جو میرے غم میں گھلا کیا' اسے میں نے دل سے بھلا دیا

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن اور صاحبِ قرآن سے صحیح معنوں میں نسبت کا اہل بنائے' قرآن کی قدر ہمارے دلوں میں ڈال دے' صاحبِ قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت' اتباع اور شفاعت نصیب فرمائے۔ آمین!

قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لئے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی عظمت و شجاعت کا ایک اہم پہلو

عبداللہ جان، نوشہرہ

اہلِ کتاب میں سے بالخصوص یہودیوں کی مخالفت کے علی الرغم جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرہ نمائے عرب میں اللہ کے دین کو غالب، قائم اور نافذ کرلیا تو یہودی انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے زیرِ زمین چلے گئے اور اُس وقت تک دبے رہے جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم بقیدِ حیات رہے۔ لیکن جونہی آپؐ نے دنیا سے رفیقِ اعلیٰ کی طرف مراجعت فرمائی تو اس (یہودی) فتنے نے دوبارہ سر اٹھایا۔ اس نے جاہلیتِ عرب کی قبائلی، نسلی، علاقائی اور خاندانی عصبیتوں کو بنیاد بناکر اشتعال انگیزی پیدا کرنے کی بھرپور کوشش کی جس سے "سابقینِ اولین" مدت ہوئی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے پاک ہو چکے تھے۔ اگر ان "السابقون الاوّلون" کے نفس کی انتہائی گہرائیوں میں بھی اس عصبیت کی کوئی رمق باقی ہوتی تو اللہ تعالیٰ ان کی ذمہ داری ہرگز نہ لیتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں سے **اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ** (مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین) کی ذمہ داری لی ہے کہ **رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ** (اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہیں) اور انہیں جنت کی خوشخبری سنائی ہے (سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۰) ------ اس کے ساتھ ہی قرآن مجید عرب اور مدینہ کے اندر منافقین کی موجودگی کا بھی پتہ دیتا ہے اور دعویٰ کرتا ہے کہ تمہیں ان کا علم نہیں، اللہ انہیں جانتا ہے (سورۃ التوبہ، آیت ۱۰۱)

یہودی سازشیوں کے پیشِ نظر یہ تھا کہ عصبیتِ جاہلیہ کی بنیاد پر خلافت اور مدینہ کی حرمت کا خاتمہ کرکے ہمیشہ کے لئے مسلمانوں کے دلوں میں افتراق کے بیج بو دیئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے ایران سے مصر تک جو زیرِزمین تحریک مصروفِ کار اور سرگرمِ عمل

تھی اس کے باضابطہ ارکان (منافقوں کی صورت میں) اندرونِ عرب اور اندرونِ مدینہ موجود تھے۔ سازشوں کا یہ فتنۂ عظیم تمام تر غیر مسلموں' نو مسلموں اور یہودی نمائشی مسلمانوں کی خفیہ تحریک کے نتیجے میں برپا ہوا جس میں کبھی بھی کوئی ایسا مسلمان ملوث نہیں ہو سکتا جس کی ذمہ داری اللہ تعالٰی لے چکا ہو۔ ان سازشوں میں ایک حربہ دینی موضوع کا حامل تھا اور بے شعور نومسلموں اور بدوی فوجیوں میں یہ زہر پھیلایا جا رہا تھا۔ یہ موضوع اپنے اندر متعدد مسموم پہلو لئے ہوئے تھا۔ اِس وقت صرف ایک کی طرف اشارہ کافی ہے اور وہ یہ کہ ہر نبی کا ایک وصی (جس کے لئے رسول جانشینی کی وصیت کردے) ہوتا ہے اور رسولِ اکرم ﷺ کے وصی حضرت علیؓ ہیں' اس لئے حضرت عثمانؓ اور ان کے پیش رو حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ غاصب ہیں۔ یہ خالص یہودی موروثی نظریہ تھا اور مسلمان نما یہودی ہی اس کے مبلغ تھے۔ یہ یہودی سازش اتنی کامیاب رہی کہ آج تک مسلمان اس سے پیچھا نہیں چھڑا سکے۔

مندرجہ بالا چند سطور علامہ جلال الدین سیوطیؒ کی تاریخ الخلفاء کے حوالے سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول پیش کرنے سے قبل تحریر کی گئی ہیں تاکہ اسلام کے ان دعویداروں کو آئینہ دکھایا جائے جو یہودی سازش کا شکار ہو کر ملتِ اسلامیہ کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا چکے ہیں (شہادتِ عثمان سے لے کر ایں دم تک پوری تاریخ اس کی گواہ ہے)۔ حضرت علیؓ کا یہ قول مبارک ان کی عظمت ہی نہیں شجاعت کا بھی منہ بولتا ثبوت ہے۔ یہ قول اتنا جامع اور اتنا واضح ہے کہ اس کی روشنی میں "تقیہ" جیسے عقائد جو حضرت علیؓ کی طرف منسوب ہیں باآواز بلند اپنے سازش ہونے کا اعلان کرتے ہیں۔ اگر کوئی انصاف پسند انسان جس نے تعصب کے چشمے نہ چڑھا رکھے ہوں اس قول مبارک کو پڑھے گا تو اس کی صداقت کا قائل ہو جائے گا کیونکہ اس کے ایک ایک لفظ سے حضرت علیؓ کی حق گوئی اور شجاعت کا ثبوت ملتا ہے۔ اللہ تعالٰی ان لوگوں کے لئے حق کے دروازے کھول دے جو غیر شعوری طور پر اس یہودی سازش کا شکار چلے آ رہے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قولِ مبارک جو تاریخ الخلفاء للسیوطی (مطبوعہ مصر ۱۹۵۹ء) کے صفحہ ۱۷۷ - ۱۷۸ پر ابن عساکر کے حوالے سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے نقل کیا گیا ہے اس کا اردو ترجمہ حسب ذیل ہے:

"جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میری خلافت کے متعلق کوئی وصیت کی تھی تو یہ محض غلط ہے۔ جب میں نے سب سے پہلے آنحضرتؐ کی تصدیق کی تو اب آپؐ پر بہتان کیوں باندھوں۔ (یعنی جو بات آپؐ نے نہیں فرمائی وہ کیوں آپؐ سے منسوب کروں؟) اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے (خلافت کے معاملہ میں) مجھ سے کوئی وعدہ فرمایا ہوتا تو میں ابوبکرؓ اور عمرؓ بن خطاب کو رسول اللہ ﷺ کے منبر پر کھڑا ہونے نہ دیتا' بلکہ میں اپنے ہاتھ سے ان سے جنگ کرتا خواہ میرا ساتھ دینے والا ایک آدمی بھی نہ ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نہ تو ایک دفعہ ہی شہید کردیئے گئے اور نہ ہی آپؐ کی وفات اچانک ہوئی بلکہ جیسا کہ ہر شخص جانتا ہے کہ آنحضرتؐ کئی دن تک بیمار رہے۔ (بیماری کے اس تمام عرصے میں) مؤذن حاضر ہوکر نماز کے لئے پوچھتا تو آپؐ ابوبکرؓ کو حکم دیتے کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں حالانکہ آپؐ میرے مرتبہ اور درجہ کو بھی خوب جانتے تھے۔ آپؐ کی ازواج مطہرات میں سے ایک نے آپؐ کو ابوبکرؓ کی امامت سے روکنا بھی چاہا تھا مگر آپؐ نے انکار کردیا اور غصہ سے فرمایا کہ تم یوسفؑ کے زمانے کی سی عورتیں ہو۔ ابوبکرؓ سے کہو' وہی لوگوں کو نماز پڑھائیں گے۔ جب اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو وفات دی تو ہم نے اپنے معاملہ پر غور کیا اور اس شخص کو اپنی دنیا کے لئے قبول کرلیا جس کو رسول اللہ ﷺ نے ہمارے دین کے لئے منتخب فرمایا تھا کیونکہ نماز دین کی اصل اور جڑ ہے اور آنحضرتؐ دین کے سردار اور اس کے قائم کرنے والے تھے۔ چنانچہ ہم نے ابوبکرؓ کی بیعت کرلی اور وہ اس کے اہل بھی تھے۔ ہم میں سے کسی نے ان کی خلافت میں اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ ابوبکرؓ سے کوئی شخص بیزار ہوا۔ اسی بناء پر میں نے ابوبکرؓ کا حق

ادا کیا اور ان کی اطاعت کی' اور آپؐ کی فوج میں داخل ہو کر ان کی طرف سے لڑتا رہا۔ جو کچھ وہ مجھے دیتے تھے میں لے لیتا تھا اور جہاں مجھے لڑنے کے لئے بھیجتے تھے میں چلا جاتا تھا اور ان کے حکم سے اپنے کوڑے کے ساتھ شریعت کی حدود جاری کرتا تھا۔

جب ان کا انتقال ہو گیا تو عمرؓ خلیفہ ہوئے اور وہ بھی ابوبکرؓ کے قدم بقدم چلے۔ اسی لئے ہم نے ان کی بیعت کرلی اور کسی ایک نے بھی اختلاف نہیں کیا اور نہ کسی نے کسی کو ضرر پہنچانے کا ارادہ کیا اور نہ ہی کوئی شخص عمرؓ سے بیزار ہوا۔ پس میں نے عمرؓ کا بھی حق ادا کردیا' ان کی اطاعت کی اور ان کے لشکر میں داخل ہو کر ان کے لئے لڑتا رہا۔ جو کچھ وہ مجھے دے دیتے تھے لے لیتا تھا اور جہاں لڑنے بھیجتے چلا جاتا تھا۔ ان کے سامنے اپنے دُرّے کے ساتھ حدودِ شرعی بھی جاری کرتا تھا۔

جب عمرؓ فوت ہونے لگے تو میں نے اپنی قرابتِ رسولؐ' اپنی سبقت فی الاسلام اور دیگر فضیلتوں کے لحاظ سے خیال کیا کہ عمرؓ مجھے خلیفہ بنائے جانے میں تعارض نہ کریں گے' لیکن عمرؓ نے اس خیال سے کہ ان کے بعد کا خلیفہ جو غلطیاں کرے گا اس کے وہ خدا کے حضور میں جوابدہ ہوں گے اپنے آپ کو اور اپنے بیٹے کو اس سے علیحدہ کر لیا۔ اگر عمرؓ طرف داری کرتے تو اپنے بیٹے کو خلیفہ بنا جاتے مگر انہوں نے خلافت کو قریش کے چھ شخصوں کے سپرد کر دیا جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ جب ہم لوگ انتخابِ خلیفہ کے لئے اکٹھے ہوئے تو اُس وقت میں نے خیال کیا کہ یہ مجھ سے تجاوز نہیں کریں گے۔ پس عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے ہم سب سے اس بات کا وعدہ لیا کہ جس کو بھی اللہ خلیفہ بنائے ہم اس کی بات سنیں گے اور اس کی اطاعت کریں گے۔ اس کے بعد عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑ کر ان سے بیعت کرلی۔ اُس وقت میں نے اپنے

معاملہ میں غور کیا تو معلوم ہوا کہ میری بیعت پر اطاعت کا اقرار غالب آگیا اور مجھ سے جو وعدہ لیا گیا تھا وہ دوسرے کی اطاعت کے لئے لیا گیا تھا۔ چنانچہ ہم نے عثمانؓ کی بیعت کر لی۔ پس میں نے ان کا بھی حق ادا کیا' ان کی اطاعت کی اور ان کے لشکروں میں شامل ہو کر لڑتا رہا۔ اور جو کچھ وہ مجھے دے دیتے تھے لے لیتا تھا اور جہاں لڑنے کے لئے بھیجتے تھے چلا جاتا تھا اور ان کے سامنے اپنے دُرے کے ذریعہ سے حدودِ شرعی جاری کرتا تھا۔

جب عثمانؓ بھی شہید ہو گئے تو میں نے خیال کیا کہ وہ دونوں خلیفہ کہ جن کی خلافت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھوا کر عہد لیا تھا گذر گئے' پھر یہ بھی جس کی اطاعت کا وعدہ لیا گیا تھا شہید ہو گیا۔ اس کے بعد اہلِ حرمین شریفین نے اور اِن دو شہروں (بصرہ اور کوفہ) کے رہنے والوں نے میری بیعت کی' مگر درمیان میں ایک شخص کود پڑا جو نہ میرے جیسا ہے' نہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے) اس کی قرابت میری قرابت جیسی ہے' نہ اس کا علم میرے علم جیسا ہے' نہ وہ مجھ سے اسلام قبول کرنے میں آگے ہے ---- اور میں اس کے مقابلہ میں خلافت کا زیادہ حقدار ہوں"۔

جعفر بن محمدؒ سے (طیوریات میں) روایت ہے جو اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ اکثر خطبہ میں جو یہ فرماتے ہیں: الٰہی ہم کو ویسی ہی صلاحیت عطا فرما جیسی اپنے خلفاء راشدین المہدیین کو عطا کی تھی' تو یہ (خلفاء راشدین) کون ہیں؟ اس پر آپؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: "یہ دونوں میرے محبوب دوست ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) ہیں۔ یہ دونوں امام الہدیٰ تھے' شیخ الاسلام تھے' اور قریش کے یہ دونوں نامور

افراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قریش کے مقتدیٰ تھے
___ جس نے ان دونوں کی اقتدا کی نجات پائی' جس نے ان کے
نقوشِ پا کی پیروی کی اس نے صراطِ مستقیم کی ہدایت پائی' اور جو ان سے
وابستہ رہا وہی حزب اللہ (اللہ کی جماعت) میں سے ہے"۔

KHALID TRADERS

AUTHORIZED AGENTS NTN BEARINGS

IMPORTERS—INDENTORS—STOCKISTS & SUPPLIERS OF WIDE VARIETY OF BEARINGS, FROM SUPER—SMALL TO SUPER—LARGE

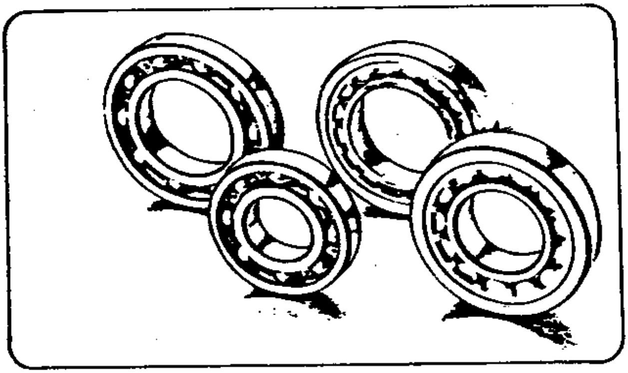

PLEASE CONTACT

TEL : 7732952-7735883-7730593
G.P.O. BOX NO. 1178, OPP KMC WORKSHOP
NISHTER ROAD, KARACHI-74200 (PAKISTAN)
TELEX : 24824 TARIQ PK CABLE : DIMAND BALL FAX : 7734776

FOR AUTOMOTIVE BEARINGS : Sind Bearing Agency 64 A-65, Manzoor Square Noman St. Plaza Quarters Karachi-74400 (Pakistan)
Tel : 7723358-7721172

LAHORE : (Opening Shortly) Amin Arcade 42, Brandreth Road, Lahore-54000 Ph : 54169

GUJRANWALA : 1-Haider Shopping Centre, Circular Road, Gujranwala Tel : 41790-210607

WE MOVE FAST TO KEEP YOU MOVING

صیام وقیامِ رمضان المبارک

محمد سمیع' کراچی

اللہ تعالیٰ سبحانہ' نے ارکان اسلام کی صورت میں عبادات کے جتنے طریقے بتائے ہیں ان سب کا مقصد تقویٰ کا حصول ہے۔ باری تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کے آغاز میں متقی افراد کی جو خصوصیات بیان فرمائی ہیں وہ یہ ہیں :

ترجمہ : "جو غیب پر ایمان لاتے ہیں اور قائم کرتے ہیں نماز' اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اس پر جو آپ (ﷺ) پر نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔" (آیت ۳۔۴)

ایمان بالغیب کے اظہار کا ذریعہ کلمہ ہے۔ انفاقِ مال حج و زکوٰۃ دونوں میں شامل ہے۔ نماز کے بارے میں سورۃ العنکبوت میں فرمایا گیا :

ترجمہ : آپ (ﷺ) پڑھیں جو آپ (ﷺ) کی طرف کتاب وحی کی گئی ہے اور نماز قائم کریں' بیشک نماز روکتی ہے بے حیائی اور بری باتوں سے۔"

اسی طرح حج کے بارے میں سورۃ البقرہ میں ارشاد ہوا :

ترجمہ : "حج کے مہینے مقرر ہیں' پس ان میں جس نے حج لازم کر لیا تو وہ نہ تو بے پردہ ہو' نہ گالی دے' نہ جھگڑا کرے حج میں' اور تم جو نیکی کرو گے اللہ اسے جانتا ہے۔ اور تم زادِ راہ لے لیا کرو' پس بے شک بہتر زادِ راہ تقویٰ ہے' اور اے عقل والو میرا تقویٰ اختیار کرو۔" (آیت ۔۱۹۷)

سورۃ البقرہ میں ہی روزے کے بارے میں فرمایا گیا :

ترجمہ : "اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں جیسے تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔"

عبادات اگر اپنے رب سے ذہنی و قلبی رابطہ کی استواری کا ذریعہ ہیں تو اس لئے کہ

ان سے انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ گویا کہ قربِ الٰہی کے حصول کے لئے بھی تقویٰ شرطِ لازم ہے۔ آیئے ہم دیکھیں کہ روزہ انسان میں تقویٰ کس طرح پیدا کرتا ہے۔ انسان کا وجود دو چیزوں کا مرکب ہے۔ ایک تو اس کا وجودِ حیوانی ہے اور دوسرا وجودِ روحانی۔ جس طرح انسان کو غذا نہ ملے تو اس کا حیوانی وجود کمزور ہو جاتا ہے اسی طرح اس کے روحانی وجود کو بھی اگر غذا نہ ملے تو اس میں ضعف پیدا ہو جاتا ہے۔ انسان کا حیوانی وجود چونکہ مٹی سے بنا ہے لہٰذا اس کی غذا مٹی سے اگنے والی اشیاء ہیں۔ لیکن اس کے روحانی وجود میں روح ربانی ودیعت کی گئی ہے۔ بمصداقِ قرآنی :

ترجمہ : "اور جب میں اس میں اپنی روح میں سے پھونک دوں۔" (سورۃ الحجر۔ آیت ۲۹)

لہٰذا اس کی غذا وہ عبادات ہیں جو ربِّ جلیل سے ذہنی و قلبی رابطے کو برقرار رکھتی ہیں۔ روزہ ان عبادات میں اپنی نوعیت کی ایک منفرد عبادت ہے۔ انسان کا وجود حیوانی دنیا کی آلائشوں میں ملوث ہو کر ضعف کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس ضعف کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے سال میں ایک مہینہ مسلمانوں کو ایک تربیتی پروگرام دیا ہے۔ اس ماہ میں بندۂ مومن جب روزہ سے ہوتا ہے تو وہ تمام چیزیں جو اس کی بھوک کو مٹانے کے لئے حلال کی گئی ہیں' اس پر حرام کر دی جاتی ہیں۔ یہی معاملہ اس کی جنسی بھوک کے بارے میں بھی ہے' یعنی روزے کے دوران وہ اپنی بیوی سے مقاربت بھی نہیں کر سکتا۔ اس کے نتیجے میں اس کا حیوانی وجود جو گیارہ مہینے تک نفس کی جا و بے جا خواہشات کی تکمیل کے سبب اس کے روحانی وجود پر غالب رہتا ہے' وہ روزے کے دوران کی پابندیوں کی بنا پر کمزور پڑ جاتا ہے۔ دوسری جانب عبادات کی کثرت سے اس کا روحانی وجود اپنی کھوئی ہوئی توانائی دوبارہ حاصل کر لیتا ہے اور جسمانی وجود پر حاوی ہو جاتا ہے۔ جب انسان کا وجود روحانی اس کے وجود حیوانی پر غالب آ جائے تو زہد و تقویٰ کا پیدا ہونا ناگزیر ہے۔

اس پر مستزاد قیام اللیل کی صورت میں رات کے اوقات میں نماز تراویح کے دوران اللہ تعالیٰ سے قرآن کی تلاوت کے ذریعہ رابطہ ہے۔ قرآن کا نزول رمضان میں شروع ہوا۔ اس سے ہدایت وہی حاصل کر سکتے ہیں جو تقویٰ کی روش اختیار کریں۔

روزے سے انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے۔ اب اس تقویٰ کی پونجی کو لے کر وہ رات کے اوقات میں نماز تراویح کے دوران قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو روح انسانی کا روح ربانی سے رابطہ پیدا ہوتا ہے۔ قرآن کے انوار کی بارش انسان کے قلب پر ہوتی ہے۔

لیکن جس طرح قرآن سے استفادہ کے لئے تقویٰ شرط ہے اسی طرح انوارِ قرآن کی بارش سے استفادہ کے لئے اس کی تلاوت ناگزیر ہے۔ تلاوت ان معنوں میں نہیں جو ہمارے ہاں عام ہے یعنی صرف ناظرہ قرآن پڑھنا' بلکہ تلاوت کے معنی پیروی کرنا ہے۔ قرآنی آیات کی تلاوت کا مطلب ان آیات کو پڑھ کر ان کا مطلب سمجھنا اور پھر ان سے جو ہدایات حاصل ہوں ان کی پیروی کرنا۔ ہمارے ہاں حفاظ کرام' الاماشاء اللہ' خود بھی ان آیات کا مطلب نہیں سمجھتے جن کی وہ نماز تراویح کے دوران تلاوت کر رہے ہوتے ہیں' نمازیوں کا تو کہنا ہی کیا۔ وہ بے چارے تو حافظ صاحب کی اس رفتار سے بھی اپنے آپ کو ہم آہنگ نہیں کر سکتے جس رفتار میں وہ تلاوت کر رہے ہوتے ہیں۔ لہٰذا قرآن کی سماعت کا حق بھی ادا نہیں ہوتا۔ الاماشاء اللہ۔ لہٰذا تراویح کی نماز کا مقصد تلاوت قرآن کی طرح صرف ثواب کا حصول رہ گیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ نجات کی فکر کی جائے جو قرآنی احکامات کو سمجھنے اور ان پر عمل کرنے سے ہی ممکن ہے۔

تنظیم اسلامی کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ ملک کے تقریباً تمام بڑے شہروں میں تراویح کی نماز کا کچھ اس طرح اہتمام کرتی ہے کہ ہر چار رکعات میں پڑھی جانے والی آیات کا پہلے ترجمہ اور مختصر وضاحت مترجمِ قرآن پیش کرتا ہے' پھر "وَرَتِّلِ الْقُرآنَ تَرْتِيلًا" کا حق ادا کرتے ہوئے حافظ صاحب ان آیات کی ٹھہر ٹھہر کر چار رکعات میں تلاوت کرتے ہیں جس سے نماز کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے کیونکہ نمازی ان آیاتِ قرآنی کا ترجمہ پہلے سن چکا ہوتا ہے۔ اس طرح تراویح کی نماز تقریباً ڈیڑھ دو بجے رات تک جاری رہتی ہے۔ جو لوگ اس تراویح کی نماز میں از اول تا آخر شریک رہتے ہیں وہ رمضان المبارک کے بابرکت مہینے میں پورے قرآن کے مطالب سے گزر جاتے ہیں۔ اگر ان نمازیوں میں سلیم الفطرت افراد موجود ہوں تو قرآن کریم کا انقلابی تأثر انہیں اپنی گرفت

(باقی صفحہ ۱۰۲ پر)

ماہ رمضان المبارک کے دوران ملک بھر میں

دورۂ ترجمۂ قرآن

کے پروگراموں کی ایک جھلک

مرتّب : نثار احمد ملک

ماہِ صیام اپنی تمام تر خیر و برکت کے ساتھ ہم پر سایہ فگن ہے۔ ان خیر و برکت کی ساعتوں سے ہم کس قدر استفادہ کرتے ہیں' اس کا دارومدار ہماری سعی و جہد پر ہے۔ بقول جگر مراد آبادی۔

پھول کھلے ہیں گلشن گلشن
لیکن اپنا اپنا دامن

حدیث رسول ﷺ کے مطابق رمضان المبارک کا روحانی تربیتی پروگرام دو طرفہ ہوتا ہے یعنی دن کا روزہ اور رات کا قیام۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ نے آج سے گیارہ سال قبل قیام اللیل کو بیک وقت قرآن حکیم کی تفہیم اور اس کی سماعت کے روحانی پہلو کے ساتھ متعارف کرایا تھا جو دورۂ ترجمۂ قرآن کے نام سے معروف ہوا۔ الحمدللہ' جس کام کا آغاز امیر محترم نے کیا تھا' اب وہ بہت وسعت اختیار کر چکا ہے۔ اس وقت اس طرز کے پروگرام نہ صرف اندرون پاکستان بلکہ بیرون پاکستان بھی جاری ہیں۔

امیر محترم مدظلہ اپنی گرتی ہوئی صحت کے باوجود سالہا سال سے دورۂ ترجمہ قرآن کی سعادت بنفس نفیس بھی حاصل کرتے آ رہے ہیں۔ امسال انہوں نے امریکہ کے رفقاء تنظیم اسلامی کے اصرار پر اور پھر اس کام کی اہمیت کے پیش نظر امریکہ کے شہر نیو جرسی کی مسجد اسلامک سینٹر میں بزبان انگریزی دورۂ ترجمہ قرآن کا پروگرام بنایا تھا۔ اگرچہ جانے سے قبل ہی امیر محترم کے گھٹنوں کی تکلیف شدید سے شدید تر ہو رہی تھی' اس لئے انہوں

نے جانے سے ایک ہفتہ قبل اپنی طرف سے ایک طویل معذرت نامہ بھی ارسال کر دیا تھا لیکن وہاں کے رفقاء کا شدید اصرار تھا کہ امیر محترم ضرور تشریف لائیں' اگر پروگرام جاری رکھنا ممکن نہ ہوا تو ان کے عقیدت مندوں کو کم سے کم یہ حسرت تو نہ رہے کہ امریکہ میں ہوتے ہوئے وہ اپنے محسن کو جدید ترین علاج کی سہولت فراہم نہ کر سکے۔ بہرحال امیر محترم شدید تکلیف کے باوجود حسب پروگرام ۲۰ جنوری کو امریکہ تشریف لے گئے جہاں ان کے دونوں گھٹنوں کا بڑا آپریشن ہوا اور یہ امید بندھنے لگی کہ ترجمۂ قرآن کا مجوزہ پروگرام بھی پورا ہو سکے گا' لیکن مشیتِ ایزدی میں اس کی تکمیل شامل نہ تھی۔ صرف تین دن یہ پروگرام جاری رہ سکا جس کے بعد گھٹنوں کی تکلیف بڑھ جانے کی وجہ سے اسے موقوف کرنا پڑا۔ امیر محترم تاحال امریکہ میں ہی مقیم اور زیر علاج ہیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ رمضان کی بابرکت ساعتوں میں محترم ڈاکٹر صاحب کی صحت یابی کے لئے خصوصی دعا کریں۔

امیر محترم کی عدم موجودگی میں قرآن اکیڈمی کی مسجد جامع القرآن میں دورۂ ترجمۂ قرآن کی سعادت ان کے شاگردِ رشید انجینئر مختار حسین فاروقی کے حصے میں آئی ہے۔ ان دنوں جو لوگ بھی جامع القرآن' قرآن اکیڈمی کے اس پروگرام میں شرکت فرما رہے ہیں' وہ بخوبی آگاہ ہیں کہ محترم فاروقی صاحب کس قدر اعتماد اور وثوق کے ساتھ قرآن حکیم کے رموز و معارف بیان فرما رہے ہیں۔ یہ بات انتہائی اطمینان بخش ہے کہ فاروقی صاحب کو سننے والے امیر محترم مدظلہ کی عدم موجودگی کا اتنا شدید احساس نہیں رکھتے جس کا اندیشہ کیا جا سکتا تھا۔ لاہور کے اس مرکزی پروگرام سے شرکاء کی ایک کثیر تعداد فیض یاب ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فاروقی صاحب کی محنت کو شرف قبول عطا فرمائے۔

ذیل میں ہم تنظیم اسلامی پنجاب اور سندھ کے حلقوں میں ہونے والے دورۂ ترجمہ قرآن کی فہرست دے رہے ہیں۔ اس فہرست کو ہرگز مکمل نہیں سمجھنا چاہئے' اس لئے کہ بے شمار مقامات ایسے ہیں جہاں سے تاحال کوئی رپورٹ نہیں مل سکی۔ اسی طرح حلقہ سرحد و بلوچستان میں منعقد ہونے والے دورۂ ترجمہ کے پروگراموں کی رپورٹ بھی ہمیں نہیں مل سکی۔ اس کے باوجود اس مختصر سی فہرست سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دعوت

رجوع الی القرآن کی تحریک کس قدر تیزی سے پھیل رہی ہے۔ یہاں یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ جو لوگ ان پروگراموں میں شریک نہیں ہوتے' وہ ان کی افادیت سے کماحقہ آگاہ نہیں ہو سکتے۔ واقعتاً جو لوگ ان پروگراموں سے کلی یا جزوی استفادہ کرنے کی کوشش نہیں کر رہے' وہ بہت بڑی نعمت سے اپنے آپ کو محروم کر رہے ہیں۔ بقول علامہ اقبال۔

موسم اچھا' پانی وافر' مٹی بھی زرخیز
جس نے اپنا کھیت نہ سینچا وہ کیسا دہقان؟

دورۂ ترجمہ کے ان پروگراموں میں ہر چار رکعات تراویح سے قبل' قرآن حکیم کا وہ حصہ جو بعد میں کھڑے ہو کر کسی خوش الحان قاری کی آواز میں سنا جاتا ہے' پہلے اس کا ترجمہ اور مختصر تفسیر بیان کر دی جاتی ہے۔ اس طرح وہ کیفیت کسی درجے میں حاصل ہو جاتی ہے جسے اقبال نے یوں بیان کیا ہے کہ۔

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف

مقام	مترجم
تنظیم اسلامی حلقہ لاہور ڈویژن	
۱۔ مرکزی دفتر تنظیم اسلامی پاکستان گڑھی شاہو لاہور	جناب ناظم اعلیٰ تنظیم اسلامی ڈاکٹر عبد الخالق
۲۔ تنظیم اسلامی لاہور وسطی بر مکان جناب الطاف حسین واقع مزنگ	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۳۔ تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی انجمن خدام القرآن کی واقع والٹن مسجد	جناب فتح محمد قریشی

۴ ۔ تنظیم اسلامی لاہور غربی رہائش گاہ امیر لاہور غربی جناب ملک منیر احمد واقع فیروز والا	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۵ ۔ تنظیم اسلامی لاہور جنوبی برمکان مہر علاؤ الدین واقع ڈھولن وال	قائم مقام امیر تنظیم اسلامی چودھری رحمت اللہ بٹر

تنظیم اسلامی حلقہ ملتان ڈویژن

قرآن اکیڈمی ملتان	ڈاکٹر طاہر خان خاکوانی

تنظیم اسلامی حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن

جامع مسجد گوجراں اندرون چوک پاکستان گجرات شہر	امیر تنظیم اسلامی گجرات مولانا عبد الرؤف و ناظم حلقہ جناب شاہد اسلم

تنظیم اسلامی حلقہ غربی پنجاب

دفتر تنظیم اسلامی فیصل آباد	ڈاکٹر عبد السمیع صاحب

تنظیم اسلامی راولپنڈی و اسلام آباد

۱ ۔ اسرہ کینٹ' دفتر تنظیم	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۲ ۔ اسرہ شکریال' برمکان ناظم حلقہ شمس الحق اعوان	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۳ ۔ اسرہ مسلم ٹاؤن راولپنڈی برمکان امیر تنظیم اسلامی راولپنڈی جناب شمیم اختر	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۴ ۔ اسرہ صادق آباد راولپنڈی	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۵ ۔ اسرہ ربانی آباد راولپنڈی	نقیب' محبوب ربانی مغل
۶ ۔ دفتر انجمن خدام القرآن واقع میلوڈی' اسلام آباد	بذریعہ ویڈیو کیسٹ

۷ ۔ برمکان امیر تنظیم اسلامی اسلام آباد	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
رانا عبد الغفور صاحب	
۸ ۔ برمکان جناب عظمت ممتاز ثاقب	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
واقع 10 / F اسلام آباد	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۹ ۔ برمکان پروفیسر غلام رسول غازی	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
واقع کالونی قائد اعظم یونیورسٹی اسلام آباد	
۱۰ ۔ اسرہ ماڈل ٹاؤن ہمک' اسلام آباد	جناب شفاء اللہ خان

تنظیم اسلامی کراچی

تنظیم وسطی

۱ ۔ ۲۔۱۲۔بی ۲' ناظم آباد	عبد المقتدر صاحب
۲ ۔ ۸۔۳۴۶ عزیز آباد	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۳ ۔ ۷۱۴۔ آر سیکٹر۔۹' نارتھ کراچی	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۴ ۔ ۲۔اے' رونی ولاز۔ گلشن اقبال	بذریعہ ویڈیو کیسٹ

تنظیم شرقی نمبر۱

۱ ۔ دفتر تنظیم۔ فلیٹ۔۱۔ حق اسکوائر۔ پہلی منزل	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
عقب اشفاق میموریل ہسپتال۔ یونیورسٹی روڈ	
۲ ۔ بی۔۱۴۵' بلاک ۱۳۔ ڈی۔۱' گلشن اقبال	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۳ ۔ آر۔۲۔ عابد ٹاؤن۔ گلشن اقبال	بذریعہ ویڈیو کیسٹ

تنظیم شرقی نمبر۲

۱ ۔ سی۔۱۱۳' مادام اپارٹمنٹس۔ شاہراہ فیصل	اعجاز لطیف صاحب
۲ ۔ اے۔۲۲' الحبیب گارڈن' ماڈل کالونی	شمس العارفین صاحب
۳ ۔ سی۔۵ گلشن اصغر' عقب مادام اپارٹمنٹ	اہلیہ اعجاز لطیف صاحب
۴ ۔ ڈی۔۲۴' ملیر کینٹ بازار	بذریعہ ویڈیو کیسٹ
۵ ۔ ۱۴۹۔۳۶ ڈرگ روڈ کینٹ بازار	اہلیہ طارق سعید صاحب

(باقی صفحہ ۱۰۲ پر)

رفتار کار

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب (غربی) کے زیر اہتمام

دو روزہ دعوتی و تربیتی پروگرام

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب غربی نے ۱۱/ جنوری ۹۵ء کی شام سے لے کر ۱۳/ جنوری بروز جمعہ کی شام تک سرگودھا میں دو روزہ دعوتی پروگرام کا انعقاد کیا۔ اس دعوتی پروگرام کے میزبان نقیب اسرہ اور سرگودھا کے گاؤں چک ۱۲۷ گورو سر کے منفرد رفیق محمد اقبال صاحب تھے۔

طے شدہ پروگرام کے مطابق نو رفقاء دفتر حلقہ جمع ہوئے۔ نماز عشاء کی ادائیگی پر دعا کے بعد سفر کا آغاز ہوا۔ رات ساڑھے دس بجے سرگودھا کے مضافاتی گاؤں چک ۱۰۴ جنوبی اعوان آباد پہنچے' جہاں ہمارے سرگودھا کے رفیق افضل اعوان صاحب نے مسجد و مدرسہ نظام مصطفیٰؐ میں رفقاء کے قیام کا بندوبست کر رکھا تھا۔

صبح نماز فجر کے بعد امیر تنظیم اسلامی فیصل آباد جناب میاں محمد اسلم صاحب نے عظمت قرآن کے موضوع پر مؤثر خطاب کیا اور عہد نبویؐ کے ان جاں نثار ساتھیوں کے حوالہ سے قرآن پاک کی عظمت کو اجاگر کیا جنہوں نے اپنے جاہ و حشم اور دنیوی عیش و آرام کو چھوڑ کر دین حق کی راہ میں سب کچھ نچھاور کر دیا تھا۔ بعد میں مقامی حضرات سے تقریباً ۲ گھنٹے افہام و تفہیم کی نشست ہوئی' جس کے آخر پر محترم رشید عمر صاحب نے بڑے اچھے انداز میں اقامت دین کے مختلف مراحل کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے بحث کو سمیٹا اور حاضرین کے سامنے دین کے صحیح رخ کی نشاندہی کرتے ہوئے بات مکمل کی۔

بعد ازاں سرگودھا شہر کے لئے روانہ ہوئے' جہاں نقیب و نائب اسرہ اس قافلہ دعوت کے منتظر تھے۔ دفتر میں بیٹھ کر ناظم حلقہ رشید عمر صاحب نے سرگودھا کی تنظیمی و دعوتی سرگرمیوں کا جائزہ لیا اور مناسب ہدایات دیں۔ اس دوران محترم ڈاکٹر عبد السمیع صاحب بھی فیصل آباد سے تشریف لے آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میانوالی اسرہ سے دو رفقاء بھی اس دو روزہ پروگرام میں شرکت کے لئے پہنچ گئے۔

اس کے بعد ناظم حلقہ نائب نقیب اسرہ عبد السمیع صاحب کے ہمراہ جمعہ کی کارنر میٹنگ کی تیاری کے لئے میزبان رفیق محمد اقبال صاحب کے گاؤں روانہ ہو گئے۔ وہاں گاؤں کے نواح میں دو ہائی سکولز میں رشید عمر صاحب نے اساتذہ کو فرائض دینی اور طلباء کی تربیت کے ضمن میں ان پر عائد ہونے والی دینی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔ باقی تمام رفقاء ڈاکٹر عبد السمیع صاحب کی قیادت

میں سرگودھا شہر کے گورنمنٹ ہائی سکول نمبرا' اور نمبر۲ میں تشریف لے گئے' جہاں موصوف نے بالترتیب تیس اور پچپن اساتذہ سے سائنس' آرٹس اور قرآن کے موضوع پر خطاب فرمایا' جسے بہت پسند کیا گیا۔ آخر میں پرنسپل صاحبان کی طرف سے چائے پیش کی گئی۔ یہ پروگرام پہلے سے ترتیب دیا گیا تھا۔

نماز ظہر اور کھانے کے بعد مقامی رفقاء شہر کی مساجد میں خطاب کی اجازت لینے کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور باقی رفقاء کو نائب ناظم حلقہ نے نظام العمل کا مطالعہ کروایا۔ بعد نماز مغرب کے دعوتی خطابات کے لئے رفقاء کی تین ٹیمیں تشکیل دی گئیں' جنہوں نے مختلف مساجد میں لوگوں کے سامنے اقامت دین کی دعوت پیش کی۔ نقیب اسرہ حاجی اللہ بخش صاحب نے ایک مسلمان کی دینی ذمہ داریوں کے موضوع پر مدلل اور جامع خطاب کیا۔ نماز عشاء اور کھانے کے بعد پروفیسر خان محمد صاحب نے رفقاء سے تنظیمی امور پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ تک سوال و جواب کی نشست کی۔

بعد نماز فجر کے دروس کے لئے رفقاء کے دو گروپ ترتیب دیئے گئے۔ سیٹلائٹ ٹاؤن میں جماعت اسلامی کے دارالعلوم کی مسجد میں پروفیسر خان محمد صاحب نے سورۃ العصر کا درس دیا۔ یہاں اسلامی جمعیت طلبہ کا کیمپ لگا ہوا تھا' لہٰذا درس کے بعد خصوصی طور پر "طلبہ تنظیم اسلامی" والا پمفلٹ تقسیم کیا گیا۔ اسی طرح ایک دوسری مسجد میں میاں محمد اسلم صاحب نے خطاب کیا اور بعد میں کچھ لوگوں سے تنظیم کے حوالہ سے بات چیت بھی ہوئی۔ ناشتہ کے بعد چک ۱۲۷ جنوبی روانگی ہوئی' جہاں ملتزم رفیق محمد اقبال صاحب نے کارنر میٹنگ کی شکل میں گاؤں کے پڑھے لکھے لوگوں کو دوپہر کے کھانے کی دعوت دے رکھی تھی۔ اس کے لئے ناظم حلقہ اور نائب نقیب اسرہ سرگودھا نے بھی احباب سے انفرادی ملاقاتیں کیں۔

وقت مقررہ پر تلاوت قرآن پاک سے اس پروگرام کا آغاز ہوا۔ بعد میں نقیب اسرہ حاجی اللہ بخش صاحب نے اپنے تعارفی خطاب میں فرمایا کہ ہم یہاں کسی دنیاوی منفعت اور غرض کے لئے حاضر نہیں ہوئے بلکہ آپ لوگوں کو صرف قرآن اور فرائض دینی کی بجاآوری کی دعوت دینے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی ذاتی فائدہ پیش نظر ہے تو صرف اتنا کہ پاکستان میں اللہ کے دین کا جھنڈا سربلند ہو جائے۔ اس کے بعد میزبان رفیق محمد اقبال صاحب نے حاضرین جلسہ کا ایک مجموعی تعارف کروایا اور لوگوں کو مہمان خصوصی ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کے خطاب کے بعد سوالات کرنے کی دعوت دی' تاکہ بات سمجھنے میں کوئی دقت باقی نہ رہے۔ اس کے بعد ڈاکٹر عبدالسمیع صاحب کو دعوت خطاب دی گئی۔ موصوف نے سورۃ الاعراف کے حوالہ سے واضح کیا کہ :

۱) شیطان کن کن حیلوں اور چالاکیوں سے ہر چہار طرف سے حملہ کر کے انسان کو صراطِ مستقیم

سے ہٹانے کی کوشش کرتا ہے۔

ii) اگر انسان دین کے کسی جزو پر اکتفاء کر لے' تو یہ بھی ایک شیطانی چال ہے' جس میں انسان آسانی سے پھنس جاتا ہے۔

iii) کوئی بھی نفل کسی فرض کی قیمت (Cost) پر ادا نہیں کیا جاسکتا۔ یہ جرم شمار ہو گا۔

iv) پڑھے لکھے اصحاب کے لئے جائز نہیں کہ وہ مقلدِ محض بن جائیں۔ لہٰذا وہ قرآن کو سمجھنے اور اس سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ اَن پڑھ اور کم عقل لوگ ان کو دیکھ کر فائدہ اٹھائیں گے۔

v) ایمان کا حصول دل کی گہرائیوں میں کیا جائے۔

vi) شاعر حضرات ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی پیروی نہیں کی جاسکتی بلکہ ان کو صرف زبانی داد دی جاتی ہے۔ افسوس کا مقام ہے کہ ہماری عظیم اکثریت کا رویہ نبی اکرم ﷺ کے بارے میں ایسا ہی ہے۔ چنانچہ عوام کی اکثریت آپؐ کی عملی طور پر اتباع کرنے کی بجائے نعت گوئی پر اکتفا کرتی ہے۔

vii) آپ لوگوں نے جہاں دنیاوی تعلیم کے حصول کے لئے اپنی زندگی کے بہترین سال لگائے ہیں' تو تعلیمِ قرآن حکیم اور دینی تعلیمات کے لئے بھی وقت نکالیں۔ یہ تمام علوم سے بدرجہا اہم اور بہتر ہے۔

viii) دین کا پہلا تقاضا یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے بنیں' پوری زندگی میں اس کا کہا مانیں۔ دوسرے یہ کہ اللہ کی عبادت' رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور اتباع کے جذبہ سے سرشار ہو کر کی جائے۔ تیسرے یہ کہ دعوت و تبلیغ کے ذریعہ سے رجالِ کار جمع کر کے اللہ کے دین کو بالفعل قائم کرنے کی بھرپور کوشش کی جائے۔ اس کے بغیر نجات مشکل ہے۔

ix) نظام اسلامی میں حکومت کی ذمہ داری حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے واضح ہوتی ہے کہ "تم میں سے ہر قوی میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے حق چھین نہ لوں اور ہر کمزور طاقتور ہے جب تک اس کا حق دلوا نہ دوں"۔

x) احیائے دین اور اقامت دین کی جدوجہد ان لوگوں کے لئے بھاری ہے جو اللہ کے حکموں کے ساتھ ساتھ اپنی مرضی پر بھی عمل کرنا چاہتے ہیں۔ ایسے لوگ اس تحریک کی راہ میں

بہت بڑی رکاوٹ بنتے ہیں۔

xi) اگر ہم تن من دھن اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو سچے' ورنہ جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد چند سوالات اور ان کے جوابات کے ساتھ ہی کھانا پیش کر دیا گیا اور پھر تمام رفقاء دو ٹیموں کی صورت میں دو مساجد میں نماز جمعہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک مسجد میں میاں محمد اسلم صاحب اور دوسری میں پروفیسر خان محمد صاحب نے خطاب فرمایا۔ فارغ ہونے پر محمد اقبال صاحب نے رفقاء تنظیم کی پر تکلف چائے سے تواضع کی۔

اس کے بعد میانوالی اور سرگودھا کے رفقاء حاجی اللہ بخش صاحب کی گاڑی میں اور فیصل آباد والے تنظیم کی گاڑی میں بخیر و عافیت واپس پہنچ گئے۔ تمام رفقاء سکینت سے لبریز آئندہ عملی جدوجہد کی تڑپ لے کر اپنے اپنے گھر گئے۔ اس دو روزہ پروگرام میں مجموعی طور پر چار صد پچاس (۴۵۰) افراد تک دعوت پہنچائی گئی اور تقریباً اتنی ہی تعداد میں نظام خلافت کے بارے میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔ حلقہ کے جملہ رفقاء نے اس پروگرام کو کامیاب بنانے میں محنت کی۔

مرسلہ : رشید عمر
ناظم حلقہ پنجاب (غربی)

☆ ☆ ☆

کراچی میں امیر تنظیم اسلامی کی پریس کانفرنس
اور
رفقائے تنظیم کی "توبہ کی منادی"

کراچی کے حالات کئی سال سے دگرگوں ہیں' ۱۹۹۴ء کا تو پورا سال ہی تباہی و بربادی کی نذر ہوا۔ سال گزشتہ میں سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۱۱۰۵ افراد قتل ہوئے' ۲۶۸۷ شہری زخمی ہوئے' اور ڈکیتی و رہزنی کی ساڑھے تین ہزار وارداتیں ہوئیں۔ باور کیا جاتا ہے کہ یہ اعداد و شمار اس سے بہت کم ہیں جو حقیقی ہیں۔ کراچی کے حالات پوری دنیا میں توجہ کا مرکز بن چکے ہیں۔ ذرائع ابلاغ نے لمحے لمحے کی خبروں کو ہر کس و ناکس تک پہنچایا ہے۔ چنانچہ بر سر اقتدار طبقے کے علاوہ سبھی تشویش میں ہیں۔ بقول شاعر ؏ "جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے"۔

تنظیم اسلامی کے امیر ڈاکٹر اسرار احمد صاحب عرصہ پندرہ سال سے آنے والے حالات سے

خبردار کرتے رہے ہیں۔ موصوف نے اس ضمن میں دو کتابیں بھی لکھی ہیں' ایک "استحکام پاکستان" اور دوسری "استحکام پاکستان اور مسئلہ سندھ"--- اور اس موضوع پر بے شمار تقریریں بھی کی ہیں۔ مزید بر آں پورے ملک کا دورہ کر کے آنے والے وقت سے لوگوں کو آگاہ کیا ہے۔ آپ نے یہاں تک کہا ہے کہ اگر دین کو اس ملک میں نافذ نہ کیا گیا تو اس کے جواز کی کوئی بنیاد باقی نہیں رہتی۔ چنانچہ اگر یہاں دین نہ آیا تو یہ ملک قائم نہیں رہے گا۔

اس بار امیر تنظیم کی کراچی آمد ایک رفیق کی بیٹی کے نکاح کے سلسلے میں تھی جس کا آپ نے گزشتہ دنوں وعدہ فرمالیا تھا' مگر آپ اس موقع پر کراچی کے رفقاء کے ساتھ ایک نشست بھی رکھنا چاہے تھے۔ ناظم حلقہ جو تربیتی اجتماع میں شرکت کے لئے لاہور گئے ہوئے تھے ان کی آمد بھی امیر محترم کے ساتھ تھی۔ رفقاء کو ٹیلیفون پر اس اجتماع کے انعقاد کی اطلاع دی گئی اور جمعہ ۳۰ دسمبر ۹۴ء کی صبح ۳۰ : ۱۰ بجے قرآن اکیڈمی کراچی میں یہ اجتماع منعقد ہوا جس میں کراچی کے مسائل کے سلسلے میں رفقاء کو اظہار خیال کا موقع دیا گیا۔ تقریباً ۱۵ رفقاء نے اپنے خیالات پیش کئے۔ امیر محترم نے اپنے مختصر خطاب میں رفقاء پر زور دیا کہ وہ کام کو مزید تیز کریں اور انفرادی رابطہ کی طرف زیادہ توجہ دیں۔ اس لئے کہ انفرادی رابطہ ہی سے تنظیم کی قوت میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کراچی کے مسئلہ کا حل نئی صوبائی تقسیم میں ہے۔ یعنی تمام صوبوں کی نئی حد بندی ہو اور کوئی صوبہ ایک کروڑ کی آبادی سے بڑا نہ ہو۔ اس طرح پاکستان کے بارہ یا چودہ صوبے بنائے جا سکتے ہیں۔ اس سے انتظامی معاملات میں آسانی ہو گی اور علاقائی مسائل بھی حل ہوں گے۔

امیر محترم کو خطاب جمعہ کی دعوت دی گئی تو آپ نے کراچی کے مسائل کو ہی اپنی گفتگو کا موضوع بنایا۔ مشرقی پاکستان کے المیہ کا ذکر بڑے درد بھرے انداز میں کرتے ہوئے سیاسی اور فوجی غلطیوں کی طرف اشارہ کیا اور موجودہ حکومت کو متنبہ کیا کہ کم و بیش وہی حالات اب بھی ہمارے سامنے ہیں۔ اگر اس مسئلہ کو دانشمندی سے حل نہ کیا گیا تو تاریخ پھر اپنے آپ کو دہرا سکتی ہے۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے پچیس برس بعد سقوط ڈھاکہ کا حادثہ فاجعہ پیش آیا تھا اور اب دوسرے پچیس برس پھر پورے ہوا چاہتے ہیں۔ ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم نے اس عظیم حادثہ سے کوئی سبق نہیں سیکھا۔ اب بھی وقت ہے' ہمیں ہوش کے ناخن لینا چاہئیں۔ صوبوں کی تقسیم آسمانی نہیں ہے' یہ تقسیم انگریزوں نے کی تھی' آج ہم اپنی ضرورت اور سہولت کی خاطر انہیں چھوٹے انتظامی یونٹوں میں تقسیم کر کے مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں۔ محرومیوں کے خاتمہ کا یہی علاج ہے۔ اگر دیر کی گئی تو یہ حل بھی ہاتھ سے نکل جائے گا۔ آپ لاہور واپس جاتے ہوئے رفیق تنظیم جناب علوی صاحب کے گھر گئے اور ان کی والدہ محترمہ کی وفات پر ان سے تعزیت کی۔ آپ نے

وہاں پر جمع تقریباً ۸۰ افراد سے خطاب بھی کیا۔

امیر تنظیم اسلامی کو کراچی کے حالات پر اس قدر تشویش تھی کہ جب ناظم حلقہ نے اس ضمن میں پریس کانفرنس کی تجویز پیش کی تو آپ نے اس کی بھرپور تائید کرتے ہوئے تاکید کی کہ آپ لوگ بندوبست کریں' میں اس کے لئے حاضر ہو جاؤں گا۔ چنانچہ 3 جنوری کو آپ پریس کانفرنس کے لئے لاہور سے تشریف لائے اور شام چار بجے پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کیا۔ آپ نے اپنے خطاب میں کراچی کے مسئلہ پر مشرقی پاکستان کے حوالے سے گفتگو کی اور اس کے فوری حل کی طرف توجہ دلائی۔ آپ نے کہا کہ اس مسئلہ کے حل کی واحد صورت الگ صوبے کا قیام ہے۔ اس طرح وہ احساس محرومی ختم ہو سکتا ہے جس نے اب بغاوت کی صورت اختیار کر لی ہے۔ آپ نے متنبہ کیا کہ اس معاملے کی طرف سے چشم پوشی اور غفلت کسی بہت بڑے حادثہ کو جنم دے سکتی ہے۔ آپ کی اس پریس کانفرنس کو اخبارات نے بہت اہمیت دی۔ اس لئے بھی کہ یہ "برننگ ایشو" ہے اور اس مسئلہ پر آج تک کسی نے کھل کر گفتگو نہیں کی۔ دوران تقریر آپ نے ان عوامل کا ذکر کیا جو پاکستان توڑنے کا سبب بنے اور کہا کہ آج ہم اسی صورتحال سے دوچار ہیں اور حقائق کو نظرانداز کرنے کے خوفناک نتائج نکل سکتے ہیں۔

امیر محترم کا قیام ناظم حلقہ کی رہائش گاہ پر ہوتا ہے اور آپ کے قیام کے دوران رفقاء کے علاوہ مختلف مکاتب فکر کے لوگ اور دانشور ملاقات کے لئے آتے ہیں۔ یہ ملاقاتیں آپ کے دورۂ کراچی کا ایک حصہ ہوتی ہیں۔ اس بار بھی مختلف شخصیات سے ملاقات و گفتگو رہی۔

توبہ کی منادی

کراچی کی بگڑتی ہوئی صورتحال کا ایک رخ تو وہ ہے جس کا ذکر سطور بالا میں ہوا ہے' جبکہ دوسرے رخ کا تعلق عوام الناس سے ہے جنہوں نے اپنا رخ اپنے رب کی طرف سے موڑ لیا ہے اور نچنت ہو کر دنیا اور حصول دنیا میں خود کو جھونک دیا ہے۔ انہیں متوجہ کرنے کے لئے ناظم حلقہ کو ایک مظاہرہ ترتیب دینے کا خیال آیا اور آپ نے اسے "توبہ کی منادی" کا عنوان دیا۔ پروگرام کی ترتیب کے لئے آپ ہی کی صدارت میں دفتر تنظیم اسلامی شرقی نمبرا میں اجتماع ہوا۔ امراء کے علاوہ چیدہ چیدہ رفقاء کو بھی بلایا گیا تھا تاکہ مظاہرہ کے سلسلے میں ذمہ داریاں سپرد کی جائیں۔

یہ مظاہرہ ۴ جنوری کو بعد نماز عصر شاہین کمپلیکس پر ہوا۔ رفقاء ایک بڑی تعداد میں پلے کارڈ اور بینر لئے ہوئے چوک کے اطراف میں کھڑے توبہ کی منادی کر رہے تھے۔ پلے کارڈز پر جو عبارتیں تحریر تھیں وہ توبہ سے متعلق تھیں۔ یہ چوک شہر کے مصروف ترین چوراہوں میں سے

ہے' جہاں شام کو خصوصیت سے ٹریفک کا سیلاب قابل دید ہوتا ہے۔ لوگ رک رک کر ہینڈ بل لے رہے تھے' ہمارے رفقاء چلتی بسوں اور موٹر گاڑیوں میں ہینڈ بل پہنچا رہے تھے۔ کوئی نعرہ تھا نہ کوئی شور تھا۔ ایک ایسا مظاہرہ تھا جو خاموشی سے لوگوں کے دلوں کے تار کو چھیڑ رہا تھا۔ یہ کون لوگ ہیں؟ ان کے کیا مقاصد ہیں؟ یہ یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ ان سوالوں کے جواب کے لئے وہ ہینڈ بل تھا جو ان کے وجود کے اندر ان کے ضمیر سے مخاطب تھا : "جاگو! اپنے رب سے کئے گئے عہد کو پورا کرو!! کراچی کی بدامنی ایک عذاب کی صورت ہے۔ توبہ یا رجوع الی اللہ ہی سے اسے دور کیا جا سکتا ہے۔ امن غارت ہو گیا ہے' سکون عنقاء ہو گیا ہے' ذہنوں پر خوف سایہ فگن ہے ---- ان سب کا واحد علاج توبہ ہے!" یہ منادی عوام کے لئے بھی تھی اور خواص کے لئے بھی۔ ہر شخص اس کا مخاطب تھا۔ کسی چندہ کی اپیل نہ تھی' کسی توڑ پھوڑ کی طرف اشارہ نہ تھا' گاڑی روکنے یا گاڑی چلانے کا عمل نہ تھا۔ انسانوں کو پکارا جا رہا تھا' ان کے اندر ضمیر کو جگایا جا رہا تھا' انہیں ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا جا رہا تھا' ان سے کہا جا رہا تھا کہ "اے اللہ کے بندو' اللہ کی طرف پلٹو! اپنے رخ کو اپنے رب کی طرف کر لو!!" اس منادی میں نفرت کی جھنکار نہ تھی' طبقات کو لڑانے کی بات نہ تھی' حقوق چھیننے کی بات نہ تھی' عصبیتوں کی دعوت نہ تھی' کسی مسلک کا پرچار تھا نہ کسی مسلک کو مٹانے کا عزم۔ یہ ایک ایسی سیدھی بات تھی جس کا مخاطب ایک غریب بھی تھا ایک امیر بھی' ایک تاجر بھی تھا ایک مزدور بھی۔ یہی دعوت حضرت نوحؑ کی تھی' یہی حضرت ابراہیمؑ کی تھی' یہی دعوت حضرت موسیٰؑ کی تھی' یہی دعوت حضرت عیسیٰؑ کی تھی اور ہمارے نبی ﷺ نے جب اس دعوت کی صدا بلند کی تو اس کی گونج زمین و آسمان میں اٹھی۔

انبیاء و رسل کی پیروی میں آج یہی منادی لے کر تنظیم اسلامی کے رفقاء شہر کے مصروف چوراہے پر حاضر تھے تاکہ گزرنے والے ہر شخص کو گواہ بنا سکیں کہ جگانے والے آئے تھے' بتانے والے آئے تھے۔ کوئی جاگے نہ جاگے ہم تو اپنے رب کے سامنے معذرت پیش کر سکیں گے کہ اے ہمارے رب! ان گزرنے والوں سے پوچھ لیجئے' ہم نے تو انہیں پکارا تھا' جگایا تھا۔

مغرب کی اذان سنتے ہی کارکنان نے اپنے بینر اور ٹی بورڈ سمیٹ کر مسجد کا رخ کیا اور اپنے رب کے آگے سجدہ ریز ہو گئے۔

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

نماز کے بعد کارکن ایک جگہ جمع ہوئے۔ ناظم حلقہ ان سے مخاطب تھے :

میرے ساتھیو! توبہ کی منادی لے کر ہم حاضر ہوئے ہیں' ہمارا شہر جس آفت میں گرفتار ہے اس کا اصل علاج تو یہی ہے کہ وہ اللہ کی طرف پلٹے۔ جس طرح قوم یونس کو جب احساس ہو گیا تو

انہوں نے اجتماعی توبہ کی اور اُمڈ کر آنے والا عذاب لوٹ گیا' واپس ہو گیا' اللہ نے اپنے بندوں پر رحم فرمادیا۔ آج بھی ہم ایک طرف قوم کو توبہ کے لئے پکار رہے ہیں اور دوسری طرف اپنے رب سے کہہ رہے ہیں کہ ہم پر رحم فرما' ہمیں اس عذاب سے بچالے۔ اپنے کارکنوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا : ہمیں پہلے خود توبہ کا یہ عمل کرنا چاہئے' گناہوں سے گریز اور اللہ کی طرف رجوع ہی توبہ ہے۔ اپنے جسم پر اس کا اطلاق ہونا چاہئے' جس بات کی ہم دوسروں کو دعوت دے رہے ہیں ہم خود اس کے پہلے مخاطب ہیں۔ اس کے بعد مظاہرین اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

(مرتب : نجیب صدیقی)

بقیہ : صیام و قیام رمضان

میں لئے بغیر نہیں چھوڑتا جس کے نتیجے میں ان کی زندگیوں میں لازماً تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ نہ صرف خود قرآن کریم کی ہدایات سے استفادہ کو جاری رکھتے ہیں بلکہ قرآن کے داعی بن کر لوگوں میں پھیل جاتے ہیں۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں قرآن کریم کو صحیح پڑھنے' اس کے مطالب کو سمجھنے اور ان پر عمل کی توفیق عطا فرمائے اور رمضان المبارک کو ہمارے لئے رحمت' ہمارے گناہوں کی مغفرت اور نار جہنم سے ہماری نجات کا ذریعہ بنائے۔ (آمین)

بقیہ : دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام

تنظیم شرقی نمبر ۳

۱۔ مسجد طیبہ۔ زمان ٹاؤن	سید یونس واجد صاحب
۲۔ ۶۔۹۷۔ ایریا' ون۔ ڈی لانڈھی۔۱	بذریعہ ویڈیو کیسٹ

تنظیم جنوبی

مسجد جامع القرآن' قرآن اکیڈمی' کراچی	انجینئر نوید احمد صاحب

اسرہ غربی

ایکس۔۱۰ آخری اسٹاپ' اتحاد ٹاؤن	بذریعہ ویڈیو کیسٹ

ٹریول لائٹ

طیبہ یاسمین

"ٹریول لائٹ" (Travel light) یہ انگریزی کا ایک بڑا مشہور مقولہ ہے جو بے شمار فوائد کا حامل ہے۔ "ٹریول لائٹ" صرف صوتی اعتبار ہی سے دلکش اور خوبصورت محاورہ نہیں بلکہ عمل اور حقیقی اعتبار سے بھی بے حد سودمند اور منافع بخش ہے۔ اس دنیا میں ہلکے پھلکے سامان کے ساتھ کیا جانے والا سفر آرام دِہ ہو جاتا ہے اور اس زندگی کا مشکل سفر بھی اچھے اعمال کی بدولت ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔ زندگی کیا ہے؟ یہ بھی تو ایک سفر ہی ہے۔ عالمِ ارواح سے اس دنیا تک اور پھر یہاں سے واپس عالم بالا کی طرف۔ یعنی "بیک ٹو دی پویلین" کے مصداق واپس اپنے اصلی گھر کی طرف لوٹتا ہے۔

جس طرح سفر میں ہلکا پھلکا اور صرف ضروری سامان ساتھ رکھیں تو چند گھنٹوں کا سفر بھی آرام دہ محسوس ہوتا ہے' اسی طرح دنیا میں روحانی و جسمانی لحاظ سے ہلکے پھلکے ہو کر رہنا چاہئے' اس لئے کہ یہ بھی سفر ہی کی ایک صورت ہے۔ کسی کا دل نہ دکھایا ہو' حق تلفی اور ظلم و زیادتی سے کام لے کر' کسی کو نقصان پہنچا کر یا کسی کی دل آزاری سے اپنا دامن بچایا ہو' بنی نوع انسان کے افراد سے تمسخر سے پرہیز کیا ہو اور اپنی بساط بھر اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کیا ہو تو دل مطمئن اور مسرور رہتا ہے اور زندگی کا کٹھن اور مشکل سفر ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔

"ٹریول لائٹ" کا اصول کسی نے بہت سوچ سمجھ کر ہی بنایا ہو گا۔ ہوائی جہاز' گاڑی' بس یا کار کے سفر میں ہلکے پھلکے سامان کے ساتھ منزل تک سفر اچھا اور آرام دہ لگتا ہے کہ سامان کو سنبھالنے اور مسافروں کی بھیڑ بھاڑ میں اس کی نگرانی آسان رہتی ہے تو زندگی کے سفر میں بھی ہلکا پھلکا اور ضروری سامان ہی آرام دہ رہے گا۔ بے تحاشا برتن' بستر' کپڑے' دولت' زیورات اور فرنیچر کی حفاظت آپ کو نہ صرف جسمانی طور پر بلکہ روحانی طور پر بھی

تھکادے گی۔ زندگی میں غیر ضروری سامان اور غیر ضروری افعال ایک طرف آپ کے گھر کو کاٹھ کباڑ بنادیں گے اور دوسری طرف آپ کی روح کو کثیف کردیں گے۔ نکھرا نکھرا' کھلا کھلا' صاف ستھرا گھر' ترتیب سے سجی ہوئی الماریاں' سلیقہ مندی سے ترتیب دیا ہوا باورچی خانہ اور صاف ستھرا سٹور صرف اسی صورت میں ممکن ہے جبکہ اس میں غیر ضروری سازوسامان نہ ہو۔ اور اس کے لئے انسان کی "هَل مِن مَزِيد" کی ہوس قابو میں ہو۔ بے شک ایک کثیر العیال اور مختصر کنبہ کی ضروریات میں فرق ہو گا۔ لیکن ضروریات کے مطابق رہنے سے ملکی معیشت بھی بہتر ہوگی اور جسمانی روحانی حالت بھی۔

بے شمار سازوسامان اور ان گنت کپڑوں کی رکھوالی اور دیکھ بھال آپ ایک مختصر عرصہ تک تو خوشی سے کریں گے مگر بعد میں یہ ناممکن ہو گا اور روح و جسم پر ایک بوجھ ہو گا۔ اور ظاہر ہے کہ چوروں کی رال تو ٹپکے گی ہی۔ اس لئے اپنا سامان منزل حقیقی تک پہلے سے پہنچادیجئے۔ وہ سفر بڑا ہی آرام دہ اور ہلکا پھلکا ہوتا ہے جس میں سامان پہلے چلا جائے اور آپ بعد میں۔ اس لئے "ٹریول لائٹ" کے اصول پر عمل کیجئے۔ ایسا نہ ہو کہ سارا سامان ساتھ ساتھ لادے پھرنا پڑے اور جگہ جگہ کسٹم اور کرایہ کے اضافہ کا مسئلہ کھڑا ہو جائے اور اس کی ادائیگی مشکل ہو جائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار ایک صحابیؓ (حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کو کندھوں سے پکڑ کر فرمایا :

"كُنْ فِي الدُّنْيَا كَأَنَّكَ غَرِيبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِيلٍ"

"اس دنیا میں ایسے رہو جیسے کوئی اجنبی یا راہ چلتا مسافر!" (صحیح بخاری)

ضرورت رشتہ

اکیس سالہ رفیقہ تنظیم اسلامی' حافظہ قرآن' ایک سالہ رجوع الی القرآن کورس کی طالبہ کے لئے دینی ذہن کے حامل نوجوان' ترجیحاً رفیق تنظیم کا رشتہ درکار ہے۔ بچی کا تعلق راجپوت خاندان سے ہے' لیکن ذات برادری کی کوئی قید نہیں۔

برائے رابطہ : م ر — معرفت خالد محمود خضر قرآن اکیڈمی K / 36 ماڈل ٹاؤن لاہور

بچوں کے نام رکھنے کا مسئلہ

ڈاکٹر انوار الٰہی

صبر ' خود داری ' دلیری ' حق پرستی اب کہاں
رکھ لیا اچھا سا نام اور مسلماں ہو گئے!

کبھی غور کیا ہے کہ ہم اکثر اپنے کام بغیر سوچے سمجھے کیوں کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے ایک تو کام غلط ہوتا ہے اور پھر پریشانی ہوتی ہے جس کا تدارک کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ بعض دفعہ ناممکن بھی ہوتا ہے۔ کام کرنے سے پہلے اگر ہم لائحہ عمل طے کرلیں اور کسی اچھے انسان سے مشورہ کرلیں تو ہمارے کام بڑی خوش اسلوبی سے پایۂ تکمیل تک پہنچ سکتے ہیں۔

ماضی قریب میں مجھے ایک مسجد میں جانا ہوا جہاں جمعیت کے امیر صاحب کا بیان تھا۔ خطبہ استقبالیہ میں ایک قاری صاحب نے توحید کے موضوع پر بات شروع کی جس میں انہوں نے ایک خاتون کا تذکرہ کیا جو اپنی بچی کو قرآن پاک کی تعلیم کے سلسلے میں ان کے پاس لائی تھی۔ خاتون کے چلے جانے کے بعد قاری صاحب نے بچی سے اس کا نام پوچھا جس نے اپنا نام "الٰہ" بتایا۔ انہیں سن کر بڑی حیرت ہوئی اور پوچھا کہ یہ نام کس نے رکھا ہے؟ بچی نے کہا قرآنی فال کے ذریعہ اس کی امی جان نے رکھا ہے۔ قاری صاحب نے کہا وہ کیسے؟ بچی نے قصہ سنایا کہ اس کی والدہ صاحبہ نے اس کی بڑی بہن سے کہا کہ وضو کرکے قرآن شریف اٹھالاؤ۔ جب وہ قرآن پاک لے کر آئی تو کہا بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قرآن حکیم کو کسی جگہ سے کھول دو۔ اللہ کی کتاب کھول دی گئی۔ پھر کہا آنکھیں بند کرکے دونوں کھلے صفحات میں سے کسی جگہ پر انگلی رکھ دو۔ قاری صاحب! میری باجی کی انگلی لفظ "الٰہ" پر آئی۔ اس طرح میرا نام "الٰہ" رکھ دیا گیا۔

جب یہ قصہ میں نے سنا تو دل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اگر اس کی باجی کی انگلی فرعون ' قارون ' ابلیس یا خنزیر پر ٹھہر جاتی تو پھر نام بھی ویسا ہی رکھنا پڑتا کیونکہ ہمارا اعتقاد ان فالوں پر

اتنا مضبوط ہے جیسا کہ ایک پرندے پر جو بے چارہ خود ایک انسان کی قید میں ہے اور اپنی جان چھڑانے سے عاجز ہے لیکن اس طوطے کی فال کو حرفِ آخر ہی یقین کرتے ہیں۔

زمانہ جاہلیت میں عرب کے لوگ بہت شگون لیتے تھے اور فالیں نکالتے تھے۔ جب کہیں جانے لگتے یا نیا کام کرنے کا ارادہ کرتے تو کسی جانور یا ہرن کو ششکارتے اور اس کے دائیں بائیں جانب بھاگنے کو سعادت یا نحوست سمجھتے۔ عرب کی عورتیں بعض جانوروں کے اڑنے اڑانے' گزرنے' ان کے بولنے اور آواز وغیرہ نکالنے سے شگون لیتی تھیں مثلاً کوا گھر آ بیٹھا اور بولا تو کہا آج کوئی مہمان آئے گا۔ اس طرح فالیں بھی نکالتی تھیں مثلاً صبح صبح عقاب دیکھا تو عذاب مراد لے لیا کہ کوئی تکلیف آج ضرور پہنچے گی۔ غراب نظر آیا تو غربت سمجھ لی۔ ہدہد منڈیر پر آ بیٹھا تو ہدایت سمجھ لی۔ خوانخواستہ گھر میں رزق کی تنگی ہو گئی یا کوئی مصیبت یا پریشانی آ گئی یا بیماری لمبی ہو گئی تو فالیں نکالنے والے کے پاس چلے گئے اور اس کی تجارتی کتاب پر انگلی رکھ دی۔

عبداللہ بن مسعود ﷛ سے نقل ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "شگون لینا شرک ہے' شگون لینا شرک ہے"۔ (ابوداؤد)

قطن ابن قبیصہ سے روایت ہے' اس نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جانوروں کو شگون لینے کے لئے اڑانا اور فالیں نکالنا افعالِ شرک سے ہے"۔ (ابوداؤد)

تو بات ہو رہی تھی اسم "الٰہ" کی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا :

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ (النساء : ۱۷۱)

"بے شک معبودِ حقیقی تو ایک ہی معبود ہے"۔

اسم "الٰہ" قرآن پاک کی اصطلاح میں مشکل کشا' پناہ دہندہ' مددگار' معاون' خبرگیر' دستگیر' محافظ' فرمانروا' فریادرس' حامی و ناصر' ولی و کارساز' خالق' رازق' مدبر' منتظم' آمر اور شارع وغیرہ کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے کہ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

لَا يَقُولَنَّ احدُكم عَبدِی وَاَمتی کلّکم عَبِیدُاللّٰه وکلُّ نساءِ کم اِماءُاللّٰه (صحیح مسلم)

"کوئی تم میں سے (کسی کو) میرا بندہ اور میری لونڈی نہ کہے کیونکہ سب تمہارے مرد (صرف) اللہ کے بندے ہیں اور تمہاری عورتیں (صرف) اللہ کی لونڈیاں ہیں۔"

اس حدیث شریف کی بنیاد پر تو عبدالرسولؐ اور عبدالنبیؐ وغیرہ نام رکھنے بھی منع ہیں اور اسم "الٰہ" کے بارے تو سوچا بھی نہیں جاسکتا۔

زینب بنت ابی سلمیٰ رضی اللہ عنہا روایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ میرا نام برّہ (نیکوکار) رکھا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "اپنے آپ کو نیکوکار کہہ کر نہ سراہو۔ اللہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کون نیکوکار ہے اور فرمایا "برہ" کی بجائے اس کا نام زینب رکھ لو۔" (مسلم)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا جو نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات میں سے ہیں، ان کا نام "برہ" تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام بدل کر جویریہ رضی اللہ عنہا رکھ دیا۔ (صحیح مسلم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک بیٹی کا نام عاصیہ (گنہگار) تھا۔ حضور ﷺ نے عاصیہ کی جگہ جمیلہ رکھ دیا۔ (مسلم)

ایک شخص اپنی جماعت کے ساتھ حضور ﷺ کی خدمت میں آیا، لوگوں نے اسے "الحکم" کہہ کر پکارا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "الحکم" تو صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے، تمہیں یہ الحکم کیوں کہتے ہیں۔ اس نے عرض کیا: حضور ﷺ جب ان لوگوں میں جھگڑا ہو جاتا ہے تو دونوں فریق میرے فیصلہ اور حکم پر راضی ہو جاتے ہیں، اس لئے مجھے "الحکم" کہہ کر پکارتے ہیں۔ ارشاد ہوا: کیا تمہاری اولاد ہے؟ عرض کی میری اولاد شریح ہے، مسلم ہے اور عبداللہ ہے۔ پھر پوچھا: ان میں سب سے بڑا کون ہے؟ عرض کیا شریح۔ قال فانتَ ابو شُرَيح "رحمتِ دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم ابو شریح ہو"۔ (ابوداؤد، نسائی)

آیئے اب اولاد کے نام رکھنے کے بارے میں سوچیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :والدین پر اولاد کے تین حقوق ہیں :

☆ پیدائش کے بعد اس کا نام عمدہ رکھیں جس کے معنی اچھے ہوں۔

☆ جب سمجھ دار ہو جائے تو قرآن شریف پڑھائیں اور

☆ جب بالغ ہو جائے تو شادی کردیں۔

معلوم ہوا کہ نام رکھنا بھی اولاد کا حق ہے جو احسن طریقہ سے ادا ہونا چاہئے۔ پھر نام تو ایسی چیز ہے جو پیدائش سے لے کر موت تک ساتھ لگا رہتا ہے۔ اس لئے نام کے الفاظ اور مطلب مذہبی اور اخلاقی لحاظ سے نہایت پاکیزہ' اعلیٰ اور ارفع ہونا چاہئے۔ نام میں شرک کی بُو نہ ہو اور احساسِ کمتری نہ ہو' کیونکہ الفاظ ہی تو ہیں جو بھڑکتے شعلوں کو ٹھنڈا کر دیتے ہیں اور امن کے خرمن کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔ اس لئے ہمیں مندرجہ ذیل قاعدہ پر غور و خوض کر کے نام رکھنا چاہئے :

☆ اگر اللہ تعالیٰ بیٹا دے تو "عبد" کے آگے اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے کوئی ایک نام لگا لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "عبداللہ اور عبدالرحمٰن اچھے نام ہیں۔"

☆ اگر اللہ تعالیٰ بیٹی دے تو "اَمَت" کے آگے اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے کوئی نام لگا لیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی غلامی کا اقرار بھی ہو جائے گا اور بحیثیت اس کا غلام ہونے کے دکھوں' مصیبتوں اور مشکلات میں صرف اپنے مالک کو ہی پکارے گا۔

☆ اسمِ محمدؐ یا احمدؐ کے ساتھ کوئی حضور ﷺ کی صفت لگا کر نام رکھ لیں۔ ایسا کرنے سے رسول کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس کے ساتھ عقیدت اور محبت کا اظہار بھی ہو جائے گا۔

☆ انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر نام رکھ لیں۔

☆ اہلِ توحید علماء کے مشورہ سے نام رکھ لیں۔

رسول کریم ﷺ نے ہمیں شگون لینے اور فالیں نکالنے سے منع فرمایا ہے۔ ہمیں

تو آپ ﷺ نے ہر ضروری کام کے لئے استخارہ کی نیت سے دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کی تعلیم دی ہے۔ ایسا کرنے سے ان شاء اللہ اس کام کے اچھے یا برے پہلو کے بارے میں دل مطمئن ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ آپ ﷺ نے مشورہ لینے کی بھی تعلیم دی ہے اور فرمایا "جس سے مشورہ لیا جائے اس کو صحیح مشورہ دینا چاہئے"۔

اللہ تعالیٰ نے تو رسول اللہ ﷺ کو بھی مشورہ لینے کو کہا : "وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ" (آل عمران : ۱۵۹) "ان سے کام میں مشورہ لو"۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ حکومت اور دوسرے کاموں میں مسلمانوں سے مشورہ کر لیا کیجئے۔ جو حکم کہ خاص خدا کے یہاں سے آچکے ہیں ان میں تو مشورہ کی ضرورت نہیں ہے' ہاں دوسری باتوں میں مشورہ کر لینا بہت ہی ضروری اور اچھی بات ہے۔ جب یہ آیت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اور رسول ﷺ دونوں اس سے بے نیاز ہیں لیکن اللہ نے میری امت پر رحم کرتے ہوئے یہ حکم دیا ہے۔ تم میں سے جو مشورہ کرے گا وہ سچائی کو نہ کھوئے گا اور جو مشورہ چھوڑ دے گا وہ غلطی کو نہ کھوئے گا' یعنی اس سے غلطی کا زیادہ ڈر ہے۔ رسول اللہ ﷺ عام کاموں میں صحابہؓ سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ غزوۂ احزاب میں خندق کھودنے میں حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے پر عمل کیا۔ غزوۂ بدر میں آپ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالنا چاہا۔ ایک صحابیؓ نے کہا : یارسول اللہ ﷺ یہ جگہ آپ ﷺ نے خدا کے حکم سے چنی ہے یا رائے سے' فرمایا : اپنی رائے سے۔ صحابیؓ نے کہا : جنگ کے لحاظ سے یہ جگہ بہتر نہیں ہے' فلاں جگہ زیادہ اچھی ہے۔ آپ ﷺ نے ان کی رائے پسند کی اور اس پر عمل فرمایا۔ قرآن حکیم نے مسلمانوں کی تعریف میں کہا ہے۔ "وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ" "اور ان کے کام آپس میں مشورہ سے ہوتے ہیں"۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل؟
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں!

افکار و آراء

ظلمت کا نیو ورلڈ آرڈر

نجیب صدیقی

روس کی عظیم مملکت بکھر جانے کے بعد امریکہ نے نیو ورلڈ آرڈر کا نعرہ لگایا۔ یہ نعرہ کوئی نیا نعرہ نہیں' بلکہ اس نعرہ کی گونج سے کوئی صدی خالی نہیں ہے۔ یہ نسرہ قوت کے اظہار کا نعرہ ہے' کمزوروں پر زور آوروں کے چھا جانے کا نعرہ ہے۔ صدیوں پہلے بڑے بڑے قبائل چھوٹے قبیلوں پر چڑھ دوڑتے تھے اور انہیں غلام بنا کر یہ نعرہ بلند کرتے تھے۔ تاریخ کے اوراق الٹ کر دیکھئے' اس نعرہ کی گونج سے اس کا کوئی ورق خالی نہیں ہے۔ یہی نعرہ فرعون نے بھی لگایا تھا اور اپنے زیر دستوں پر عذاب بن کر مسلط ہو گیا تھا۔ یہ نعرہ تکبر کا نعرہ ہے۔ قرآن مجید نے اس کا ذکر "عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ" کے الفاظ سے کیا ہے۔

انسان کو جب بھی کچھ اختیارات مل جاتے ہیں اور وسائل پر اس کا قبضہ ہو جاتا ہے تو اس کے اندر "عُلُو" کا جذبہ ابھرتا ہے اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ یہی جذبہ جب انتقام کی صورت اختیار کرتا ہے تو زمین پر خون بہتا ہے اور ہر طرف فساد پھیل جاتا ہے۔

دور قدیم میں ہر بادشاہ اپنا نیو ورلڈ آرڈر چلاتا تھا۔ چھوٹی حکومتیں اسے خراج دینے پر مجبور تھیں' کوئی بھی اس کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتا تھا۔ جس نے ذرا سا بھی سر اٹھایا وہ یقیناً قلم ہو گیا۔ آج کا انسان اس دور کو ظلمت کا دور کہتا ہے۔ موجودہ صدی کی تاریخ میں اس نیو ورلڈ آرڈر کے کتنے سورج طلوع ہوئے اور ڈوب گئے۔ برطانیہ جس کے زیر نگیں علاقے پر کبھی سورج غروب نہیں ہوتا تھا اپنے نیو ورلڈ آرڈر سمیت اپنے جزیرے میں محصور ہو گیا۔ ہٹلر بڑے طمطراق سے ابھرا تھا اور وہ بھی اپنے نیو ورلڈ آرڈر سمیت موت کے گھاٹ اتر گیا۔ روس کا آہنی پردہ دیکھتے ہی دیکھتے تار تار ہو گیا اور اس کا نیو ورلڈ آرڈر بکھر گیا۔ امریکہ نے بھی یہی نعرہ بلند کیا ہے اور اقوام عالم کو اقتصادی شکنجے میں جکڑنے اور

انہیں اپنا باج گزار بنانے میں دن رات مصروف ہے۔ اس کے اس نعرے میں اور فرعون کے نعرے میں سرِ مُو کوئی فرق نہیں ہے۔ آج کا ترقی پسند انسان دورِ ظلمت کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے اور موجودہ جمہوری سماج کو وہ انسانیت کی معراج تصور کرتا ہے۔ لیکن جب ہم ان ترقی یافتہ جمہوری نظاموں کو دیکھتے ہیں تو ہمیں اس میں بھی ہر طرف تاریکی ہی تاریکی نظر آتی ہے۔ انسانوں کے ایک گروہ نے جمہوریت کے نام پر وسائل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ معاشرے کو طبقات میں بانٹ کر ان پر عرصہ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ آزادی کے اس دور میں ایک انسان مجبور محض ہو گیا ہے۔ "قبضہ گروپ" جس طرح چاہتا ہے جس طرف چاہتا ہے انسانوں کو ہانکتا ہے۔ رزق تقسیم کرنے کے اختیارات اس کے ہاتھ میں ہیں۔ ذرا غور کریں تو محسوس ہو گا کہ ایک بڑے نیو ورلڈ آرڈر کے نیچے چھوٹے چھوٹے بہت سے نیو ورلڈ آرڈر موجود ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے فرعون آپ کو ہر جگہ دکھائی دیں گے۔ ان سب کی فطرت ایک ہے۔ وسائل پر قبضہ کرنے کے بعد وہی صورت اختیار کرتے ہیں جو فراعنہ کیا کرتے تھے۔ زمان و مکان کے فرق سے "طریقہ واردات" میں فرق ہے۔ فرعون کے دور میں انصاف کا سرچشمہ وہی تھا لہٰذا انصاف کی دہلیز تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی تھی۔ آج کے فرعون کی تیکنیک کچھ ایسی ہے کہ فیصلہ اس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے اور اس کی تلوار کی دھار پر خون کی کوئی لکیر بھی نہیں ہوتی ؎

دامن پہ کوئی چھینٹ ' نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو!

دورِ ظلمات کے فراعنہ وسائل پر قبضہ کر کے اپنے من پسند اور خوشامدیوں کو نوازتے تھے۔ آج کے فرعون کے قبضہ میں جو بھی وسائل ہیں ان کے دروازے ان کے من پسند افراد کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ بقیہ کو "بھکاریوں" میں شمار کر سکتے ہیں کہ دسترخوان سے بچا ہوا جو ٹھا مال ان کی قسمت کا حصہ ہوا کرتا ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کی چھوٹی چھوٹی شکلیں آپ کو ہر جگہ نظر آئیں گے۔ اس میں قدر مشترک وہ ذہن ہے جو "عُلُوًّا فِی الاَرض" سے پیدا ہوتا ہے۔

ظلمت کے اس نیو ورلڈ آرڈر کے مقابلہ میں ایک نور کا ورلڈ آرڈر بھی ہے' جو آج

اپنے شاندار ماضی کے ساتھ انسانوں کا منتظر ہے کہ وہ آئیں اور اس کی دامنِ رحمت میں پناہ لیں۔ اس نُوری نیو ورلڈ آرڈر کا پہلا نعرہ یہ ہے کہ تمام انسان برابر ہیں۔ نہ کالے کو گورے پر کوئی فوقیت ہے نہ گورے کو کالے پر۔ فضیلت ہے تو صرف اس شخص کے لئے ہے جس میں تقویٰ ہو۔

اللہ کی اس زمین پر انسان مالک اور حاکم نہیں ہے بلکہ اس کا خلیفہ ہے۔ خلیفہ اللہ کی مرضی اور اس کے حکم کی تنفیذ کے لئے مامور ہے۔ وہ انسانوں پر اپنا حکم نہیں چلائے گا بلکہ اللہ کی مرضی کو نافذ کرے گا۔ تمام وسائل کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کائنات بنائی ہے۔ انسان کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کا امین ہے' مالک کی جس طرح مرضی ہوگی اسی طرح اسے خرچ کرنا ہوگا۔ ہر انسان کو جو کچھ ملے گا وہ عدل ... ازو سے تل کر ملے گا۔ یہ امن اور شانتی کا نیو ورلڈ آرڈر ہے۔ آج دنیا کو اسی کی تلاش ہے۔ اگر کسی ایک خطہ زمین پر نور کا یہ نیو ورلڈ آرڈر نافذ ہو جائے تو دنیا اس کی پیر ی کے لئے دوڑتی ہوئی آئے گی۔ اس لئے کہ اس سے بہتر نظام نہ کسی کے پاس تھا اور نہ ہے۔

امن و سکون کا یہی ضامن ہے۔ تمام عصبیتوں کو ختم کرنے والا یہی ہے۔ بھائی کو بھائی سے جوڑنے والا یہی ہے۔ تفریق کو مٹانے والا یہی ہے۔ اب ہم سب کا فرض کیا بنتا ہے؟ ہمیں چاہئے کہ ظلمت کے نیو ورلڈ آرڈر سے اپنی گردنیں آزاد کرائیں اور نُور کے نیو ورلڈ آرڈر کے نفاذ کو اپنی زندگی کا مشن بنائیں۔

ضرورت رشتہ

بیرونی تعلیمی پروجیکٹس سے وابستہ وفاقی حکومت سے منسلک ایک اعلیٰ عہدہ دار کی بیٹی' تعلیم بی اے' تربیت یافتہ' عمر تقریباً ۳۰ سال کے لئے اسلامی ذہن کے حامل نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ بچی علاقائی زبانوں پر عبور کے ساتھ ساتھ عربی زبان سے بھی بخوبی واقفیت رکھتی ہے۔ سندھ میں بسنے والے حضرات کو ترجیح دی جائے گی۔

برائے رابطہ : الف ن — معرفت معتمد ذاتی،

مرکزی انجمن خدام القرآن K-36 ماڈل ٹاؤن لاہور 14

فلپائن میں پاکستانی طلباء کی ایک تنظیم

ــــــــ ڈاکٹر محمد زبیر اختر ــــــــ

چند پاکستانیوں نے مل کر محافلِ ذکر کے انعقاد سے کام شروع کیا تاکہ خود کو اور اپنے پاکستانی بھائیوں کو منیلا کے اس غلیظ ماحول سے بچایا جاسکے۔ اسی دوران ایک فلپینو نومسلم کے ذریعے ہم لوگوں کی "بلی تان" تک رسائی ہوئی اور وہاں کے لوگوں میں ہمارے ذریعے اسلام کی روشنی پہنچی۔ اس پر ہمیں ڈرایا گیا کہ تم ڈیپورٹ ہو جاؤ گے لہٰذا فیصلہ کیا گیا کہ اپنی اس جماعت کے لئے قانونی تحفظ حاصل کیا جائے۔ اس طرح Islamic Students Association of Philppine sec (B) کا قیام عمل میں آیا۔ اس تنظیم کے ذریعے پاکستانی طالب علموں کو ایک قانونی پلیٹ فارم مل گیا جہاں وہ ہر قسم کے مذہبی' سیاسی' جماعتی اور گروہی تعصب سے بالاتر ہو کر کام کرسکتے ہیں۔ ہم نے اس تنظیم کے بینر تلے جو کچھ کیا اس کی ایک جھلک آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔

۱) ذکراللہ اور ذکرِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایمان افروز محافل کے انعقاد سے بے شمار لوگوں کو تسکین قلب اور تزکیہ کے ساتھ عشقِ الٰہی اور عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمت ملی۔

۲) مصباتے' بلی تان اور لغوگان میں تین مساجد تعمیر کی گئیں جن کے لئے عین سنت رسول ﷺ کے مطابق اپنی جیب سے رقم خرچ کی اور اپنے ہاتھوں سے مساجد تعمیر کیں۔ چندے حاصل کر کے مزدوروں سے تو مسجدیں بنتی ہی رہتی ہیں۔

۳) بلی تان' لغوگان اور مصباتے میں سینکڑوں لوگوں کا قبول اسلام' بالخصوص تبوک میں ایک عیسائی پادری اور اس کے خاندان والوں کے علاوہ بوراکائی اور ریبو (سلسوگان) میں بھی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

۴) "رہنما" کے نام سے ایک پرچے کا اجراء کیا گیا جو عرصہ چار سال سے ہر جمعہ کو شائع ہو

رہا ہے اور منیلا کی مساجد میں مفت تقسیم کیا جاتا ہے، جس میں بنیادی عقائد کے علاوہ اسلام، سائنس، فقہ اور دوسرے ادیان کے تقابلی جائزے اور اسلام کو بطور ایک نظام حیات پیش کیا گیا۔ طالب علم ساتھیوں کی ہر طرح سے مسلسل رہنمائی کی گئی۔

۵) ہر اتوار کو گولڈن مسجد کیاپو میں حلقہ قرآن میں ساتھیوں کو قرآن سمجھ کر معنی اور تفسیر سے پڑھایا جاتا ہے اور اس سلسلہ میں مختلف جید علمائے کرام کی تفاسیر سے استفادہ کیا جاتا ہے۔

۶) اکثر افراد کا عربی تلفظ درست نہیں ہوتا اور وہ حروف کو درست مخرج سے ادا نہیں کر سکتے جس کی وجہ سے معنی میں اکثر کفر کی حد تک تبدیلی آجاتی ہے، اس کے لئے تجوید قرآن کی کلاسوں کا بھی اجراء کیا گیا۔

۷) پاکستانی بھائیوں کے لئے کمپیوٹر کورس کروائے گئے جن کی فیس بہت ہی کم تھی۔

۸) آغاز میں منیلا میں یہ دیکھا گیا کہ کچھ لوگ بارہ ربیع الاول کو عیسائیوں کی طرح ڈھول تماشے کے ساتھ بڑھ چڑھ کر مناتے تھے اور کچھ لوگ ایسے موقع پر دینی تقریب منعقد کرنے کو ہی کفرو شرک اور بدعت کا نام دیتے تھے۔ لیکن اب بارہ ربیع الاول کو ہر سال بڑی شان و شوکت سے گولڈن مسجد میں انٹرنیشنل سیرت کانفرنس منعقد کی جاتی ہے، جس میں مختلف ممالک کے طلباء، سفارتی عملہ، تاجر حضرات، بین الاقوامی اداروں کے ملازمین کے علاوہ مقامی علماء، اخباری نمائندوں، سینیئر حضرات اور عام لوگوں کی کثیر تعداد شرکت کرتی ہے۔ دوسری کانفرنس کے موقع پر خاص طور پر کیتھولک اور پروٹسٹنٹ فرقوں کے دو بڑے پادریوں نے شرکت کی اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اعتراف کیا۔

۹) پاکستانی طالب علموں کے گھروں میں قرآن کو سمجھنے کے لئے ہفتہ وار پروگرام کئے جاتے ہیں، تاکہ اللہ کی کتاب کو طاق میں سجانے کی بجائے اس کو سمجھ کر اس سے وہ فوائد حاصل کئے جائیں جو ماضی میں مسلمانوں کو حاصل رہے اور اب ہم قرآن کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ان سے محروم ہو گئے ہیں۔ قرآن و حدیث تو ایک مکمل ضابطۂ حیات ہیں جس کے مقابلے میں کوئی کتاب پیش نہیں کی جا سکتی۔

۱۰) نہی عن المنکر کے زمرے میں زندگی میں پائی جانے والی برائیوں کی نشاندہی کی گئی اور ان کے حل پیش کیے گئے۔ اسی طرح طلباء میں تحریک پیدا کی گئی کہ وہ اچھے مسلمان بنیں اور اپنے گھروں میں برائی کو نہ گھسنے دیں۔

۱۱) آج امتِ مسلمہ کی زبوں حالی کا سبب آپس کی گروہ بندیاں اور فرقہ پرستیاں ہیں جنہوں نے احیائے دین میں رکاوٹ ڈالی ہوئی ہے۔ ہم نے کوشش کی کہ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو کر کام کریں۔ سیرت کانفرنس اور دوسرے اجتماعات اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ ہمارا منشور یہ ہے کہ کسی بھی جماعت کا کوئی بھی شخص کوئی بھی نیکی کر رہا ہو ہم اس کی ہر ممکن مدد کریں گے۔ ہم نے اس مقصد کے حصول کے لئے بھرپور کوشش کی جس کے نتیجے میں ہمیں اکثر دینی جماعتوں میں غلط فہمیاں دور کروانے کا موقع حاصل رہا۔

۱۲) ایک اسلامی لائبریری کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جس میں تمام جید علماء کی کتب شامل ہیں۔ قرآن کی مختلف تفاسیر اور احادیث مبارکہ کے مجموعے' آڈیو ویڈیو کیسٹیں بغیر کسی چندے کے' بغیر کسی تفریق کے ہر مسلمان کے لئے وقف ہیں۔

۱۳) پلی تان' لغوگان اور سیبو سے مختلف نو مسلم افراد کو منیلا لایا گیا اور انہیں ۴۰ دن کا تربیتی کورس کروایا گیا۔ بہت سے پاکستانی اور فلپینو حضرات نے رضاکارانہ طور پر ان کو پڑھایا۔ اس طرح یہ نو مسلم بھائی نہ صرف صحیح مسلمان بلکہ اسلام کے داعی بن کر واپس لوٹے۔

۱۴) ہر سمسٹر بریک میں اور دوسری چھٹیوں میں پاکستانی طالب علموں کے گروپ اللہ کے دین کے فروغ کے لئے اور نو مسلموں کی تربیت کے لئے جاتے رہتے ہیں جس سے نہ صرف اب تک اس علاقے میں سینکڑوں لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہو چکے ہیں بلکہ ہماری اپنی بھی اصلاح ہوتی ہے۔

۱۵) رمضان المبارک میں تراویح کا باقاعدہ اہتمام کیا جاتا ہے جس میں حفاظ کرام قرآن بھی ختم کراتے ہیں اور کئی ساتھی آخری عشرے میں اعتکاف بھی کرتے ہیں۔

۱۶) جماعت کے تمام مندرجہ بالا پروگرام بغیر کسی چندے اور بغیر کسی دینی اور سیاسی

جماعت کی امداد کے اپنی مدد آپ کے تحت کئے جاتے ہیں۔ صرف وہ افراد اور ان کے اہل خانہ تعاون کرتے ہیں جو خود اس جماعت کے فعال کارکن ہیں، کسی دوسرے کو تکلیف نہیں دی جاتی۔ صرف سیرت کانفرنس کے موقع پر باقی احباب کو طعام میں حصہ ڈالنے کا موقع دیا جاتا ہے۔

فلپائن میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے جانے والے طلباء اس تنظیم کے بارے میں معلومات کے لئے راقم سے اس پتہ پر رابطہ کرسکتے ہیں۔

راجہ انور بلڈنگ، 4۔ مزنگ روڈ، لاہور (فون : 7231843)

ڈاکٹر اسرار احمد
کی
حد درجہ جامع تصنیف
نبی اکرم ﷺ کا مقصدِ بعثت
کا مطالعہ کیجیے
مرکزی انجمن خدام القرآن ○ ٣٦ کے ماڈل ٹاؤن ○ لاہور

PAUSE FOR THOUGHT

It needs no over emphasis that this gigantic change can happen only by mounting a vigorous and sustained popular campaign. However even at the moment all the religious political parties must ponder the fact whether it is useful or proper at all to participate in the electoral system presently in vogue in Pakistan as long as the basic issues discussed before are settled in the constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

(Courtsey : WEEKEND POST)

رمضان کی آخری رات

عَن ابی هُرَیرة رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبیّ ﷺ قَالَ یُغفَرُ لِاُمَّتِهٖ فِی اٰخِرِ لَیلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ۔ قِیلَ : یَارَسُولَ اللّٰهِ اَهِیَ لَیلَةُ القَدرِ؟ قَالَ : لَا، وَلٰکِنَّ العَامِلَ اِنَّمَا یُوَفّٰی اَجرَهٗ اِذَا قَضٰی عَمَلَهٗ (رواہ احمد)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رمضان کی آخری رات میں آپؐ کی امت کے لئے مغفرت اور بخشش کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ آپؐ سے دریافت کیا گیا : یارسول اللہ! کیا وہ لیلۃ القدر ہوتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا : لیلۃ القدر تو نہیں ہوتی، لیکن بات یہ ہے کہ عمل کرنے والا جب اپنا عمل پورا کردے تو اس کو پوری اجرت مل جاتی ہے"--- (مسند احمد)

رمضان کے بعد شوال کے چھ روزے

عَن ابی ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ انّ رسول اللّٰه ﷺ قال:

"مَن صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتبَعَهٗ سِتًّا مِن شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّهرِ"

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے ماہ رمضان کے روزے رکھے، اس کے بعد ماہ شوال میں چھ نفلی روزے رکھے تو اس کا یہ عمل ہمیشہ روزہ رکھنے کے برابر ہوگا"---- (صحیح مسلم)

in our constitution. Besides due regard may be given to the linguistic and cultural identity of each unit, Arabic on account of being the language of Quran and Sunnah will be the main language of all the constituent provinces of Pakistan. Its teaching in all educational institutions will be compulsory and it will be declared the National Language as soon as it is possible to do so.

viii) Participation of Women

No women will be eligible to contest for the office of the Caliph in the Islamic state as it is certainly *makrooh-i-Tehrimi* (Nearly *haraam*) if not definitively prohibited (*haraam*). However, women will be eligible to exercise their franchise for the election of the office of the Caliph and *Majlis-e-Shoora* (Parliament). For their own election to the position of the members of *Majlis-e-Shoora*, no express instructions as to their permissibility or impermissibility, are available in the Quran and Sunnah. The matter can be settled by the *Majlis-e-Shoora*, nevertheless even if they are declared eligible by the parliament for such election they will have to observe completely the Satar and *Hijab*, as ordained by the Shariah.

ix) Minorities in Islam

It has already been stated as a basic postulate of the Islamic state that the minorities will not be eligible to exercise any right of vote for the election to the members of Shoora or the Caliph. A common or separate religious Board can be constituted for representative of the minorities. The Boards will tender advice to the government for all mattes relating to the personal or collective affairs of the minorities. Although separation of minorities from the mainstream electorate for purpose of election of the *Majlis-e-Shora* or the Caliph does not seem to be inconsonance with the popular practice in the secular and advanced states yet for the introduction of an Islamic state, in the real sense, we may have to taste this bitter pill.

may base the civil and the criminal law on the injunctions of the Quran, the traditions of the Prophet(S.A.W) and the precepts of the companions of Prophet(R.A). However, in case of an overwhelmingly predominant sect in any Islamic state its Fiqah may be introduced there as, has been done in Iran. In my opinion the two alterative do not differ much in essence because whatever the case, Islamic law will be enacted by the parliament and in the presence of the clause that no law will be made repugnant to the Quran and Sunnah, it will practically not be possible to promulgate any law against the Quran and Sunnah.

vii) Presidential Or Federal System

As to the question whether the system of the government in an Islamic State will be Parliamentary or the Presidential no explicit injunction of the Quran or Sunnah has prescribed any definite form of government. In this regard the guiding principle for evolving form of government will be governed by this injunction of the Quran "And their matters are settled through mutual consultation". It will not be out of place to mention here that the form of government of the Rightly Guided Caliphs (R.A) approximated more to the Presidential form of government. The parliamentary system presently popular in Pakistan does not owe its existence to any conscious and deliberate effort on the part of the citizens of Pakistan but it traces its history to the system of government introduced by our erstwhile colonial Masters, the British. An objective analysis of the facts obtaining in Pakistan & India suggest more of the introduction of Presidential form of government in the region than any other. It will be in the fitness of things that we redemarcate the boundaries of our provinces into smaller units with homogenous size of population. It will be more appropriate if we keep the demographic size of each province within a limit of 10 million of the population. However, in case of Baluchistan we may fix a smaller limit of population keeping in view the sparseness of its population. It also seems to be vital that each province is granted the maximum possible autonomy

the state will be at liberty to settle their affairs through mutual consultation as verse 38 of *Surah Shoora* exhorts the believers.

vi) Solution to the jurisprudential conflicts

An other teething problem in the way of enforcement of the Islamic law is attributed to the legalistic difference between various Fiqahs' in vogue, at present. As a matter of fact this problem has partly created by the professional religious cult and partly by the general impasse enshrouding all the Islamic institutions. With the introduction of Islamic system both these causes will automatically be eliminated. Nevertheless the real poignancy in the matter has been created by the virulent propaganda unleashed by the so-called liberals and the non-conformists of the present world. As it may not possible to bridge the gulf of differences overnight it will therefore be adviseable to accommodate them in the modern Islamic dispensation. In my opinion the present Islamic System may be called semi-secular in the sense that all the sects inhabiting an Islamic State will be free to practise their personal and the family laws according to their own Fiqah without any let or hinderance of the Islamic State. Not only various sects of Islam but all other non-muslim creeds will be free to exercise their personal law according to their faith and belief. For the sake of simplification we may suppose that a matrimonial alliance takes place between the spouses of two different sects; now to obviate any future complication it may be settled right at the time of Nikah ceremony as to whose personal and family law will be followed for all matters of conflict in future. In this regard we may benefit from the experience of the developed countries. There is no harm if all the sects and creeds are registered by the government and each sect may have its own Religious Board, who would not only look after its places of worship and shrines, but is also entrusted to settle the family disputes of its adherants according to its Fiqah.

As for the civil and criminal law is concerned, we may not enforce the Fiqah of any particular sect or denomination but

injunctions of shariah. This last arrangement seems to be in perfect harmony with the dictates of Shariah and demands of the modern time. Although for a transitory interregnum, the present duality of the legal system where Shariah court has been established parallel to the higher courts which administer ordinary law of the land but in the long run a unified legal system consisting of the judges and lawyers, well versed in Islamic law will have to be evolved.

iv) Political Parties

Political parties are other enlightened institution of the present day developed world. Like freedom of thought and expression, the freedom of association is also considered to be a baisc right of the citizens. Nevertheless in an islamic State, this right will be exercised by the citizens with certain restrictions and some added liberties. The restrictions pertain to the fact that no political party will be allowed to incorporate any thing repugnant to the Quran and Sunnah in its manifesto. As for the enlarged liberties, they relate to the fact that every member elected to the parliament will be free to express his dissent on any matter, in the interest of the people or the state, even if it is in line with the party policies and declaration. However, if a member holds such a divergent view against the party lines he is expected to vacate his seat in the parliament or otherwise, be forced to quit the seat, won on the party ticket.

v) A healthy synthesis of the restrictions and the liberties

Main thrust of this subject can be explained by a tradition of the Holy Prophet (S.A.W) "The believer is like a horse tethered to a peg", which means that although the believer will be absolutely free within the circumference of the circle created by the rope of the horse tied to the peg, yet he will be prohibited to go beyond the limits of the circumference, characterized in this example, by the restrictions of Quran and Sunnah. So we may say that within this circle, the citizens and

enforcement of the writ of the law and will be responsible for the safety of the state against all internal hazards and foreign aggression.

iii) Legislation or Ijtihad

Allama Iqbal has very rightly said that during the present age, the Ijtihad will be exercised by parliament but it does not mean that the right of Ijtihad will utterly be denied to the Islamic jurists outside the parliament. However, only that Ijtihad will have the legal sanction behind it which will be enforced through the parliament. To decide whether a particular Ijtihad has been made within the precincts of Shariah or not, is purely a technical matter and cannot be left to the whims and caprices of a parliament whose members have been elected merely on the basis of adult franchise but are otherwise devoid of the requisite knowledge of the Quran and Sunnah. The constitution of the Islamic republic of Pakistan enshrines the provision that no law repugnant to the Quran and Sunnah will be made in this country. To give practical shape to this provision of the constitution there seems to be three alternative courses of action:-

Firstly, the parliament should consist of those men of learning who have mastered the essential quantum of the knowledge of Shariah but in the present scenario when such men of learning hardly reach the portals of parliament, the base of the legislative assembly will remain woefully narrow which runs counter to the spirit of the modern time.

Secondly, there should be a panel of erudite ulema outside the pale of the parliament who will decide whether the laws passed by the parliament are within the confines of Quran and Sunnah or not but it may promote a sort of theocracy which again goes against the dictates of the present age.

Thirdly, the right of Ijtihad should remain with the parliament but the superior courts of the country may be empowered to declare any law void if it contravenes against the

Rehman Bin Auf (R.A), he deferred the action till his return to Madina. So as he reached Madina, he arranged an assembly of the believers and proclaimed "Whoever undertakes fealty without consultation of the Ummah, he has contracted no fealty". *(Musnad Imam Ahmad)*. According to the tradition recorded in *Bukhari*, "One who extends hand of fealty to an Amir without consultation of the Ummah, he renders himself disqualified for his own fealty or for whom he had extended the hand of fealty". Although in the pristine days of Islam the electoral college of the Ummah was limited to the tribal set-up prevailing at the time of the Holy Prophet (S.A.W) and then also a gradation existed between various tribes as enunciated by the Holy Prophet (A.S) yet we find no Shariah constraint in extending today the electoral franchise to the entire adult population residing within boundaries of an Islamic State. The illustrious jurists of Islam contend that All Muslims are equal in this respect.

ii) Three Organs of the State

It is a common knowledge that the three organs of the state, namely the legislature, the judiciary and the executive were intermixed during the reign of the rightly guided caliphs (R.A) but the Islamic State of the present time is not restrained by any binding dictate of the Shariah to benefit from the worthwhile developments of the civilization. In an Islamic State all members of the legislative Assembly, or what may be called *Majlis-i-Shoora* will be Muslims who will be elected by the majority vote of the Muslims and all legal acts will be framed by this Assembly; In this way the process of Ijtihad or recodification of the law will be carried out. Likewise the judiciary will adjudicate, on the one hand, litigation amongst the citizens of the Islamic State and on the other, will decide the issues of contention between the citizens and the state. Besides, it will safeguard the rights of citizens conferred by the constitution and interpret the law enacted by the legislature so that it does not trespass the limits allowed by Shariah. The Executive arm of the state will maintain law and order, ensure

responsibility of an Islamic State. Their places of worship will be protected by the Islamic State just as the mosques. However, as the legislation in the Islamic State will be made within the confines of Quran and Sunnah, hence they will not be included in the process of legislation or in the formulation of the highest levels of policies and strategies for the state.

NINE CONSTITUTIONAL POINTS OF ISLAMIC STATE IN THE MODERN TIME

Keeping intact the two principles enunciated above, we may utilize the popular political concepts of the modern age particularly those relating to human rights and various institutions of the state as discussed below:-

i) Collective Caliphate

In the times preceding Islam, political thinking of man was in infancy. He was only conscious of the kingship or personal style of governance. The Quranic verse, addressing Hazrat Daud (A.S) Ordains, "We have made you a vicegerent on earth, so judge between people with 'Justice' *(Saad: 26)*. Hazrat Ibrahim (A.S) was given the glad tiding "I am going to make you an Imam of the people". *(Albaqra: 134)*. But when the political thought of man reached maturity, Almighty Allah vouchsafed collective shape to the institution of caliphate. Now on the one side, the leadership of humanity was transferred to the Muslim Ummah and on the other, the caliphate was transferred to the mainstream of the Ummah who would elect an individual from amongst themselves as caliph. When Hazrat Umar (R.A) was on the last pilgrimage of his life, he was informed by Hazrat Abdur Rehman Bin Auf (R.A) that some people were conspiring to give their hand oi fealty to a particular individual as soon as Hazrat Umar (R.A) breathes his last. It perturbed Hazrat Umar (R.A) so much that he decided to apprise the people present in Makkah forthwith of the impending danger. However, on the advice of Hazrat Abdur

cast-iron and rigid economic and political systems for generation to come. Nevertheless to contradistinguish the economic system from the political system certain determinate injunctions with regard to a few aspects of economic activities like interest, gambling, illegal gratification, laws of inheritance and mutual consent in the matters of sale and purchase are available in the Holy Quran but for the political system no such deterministic edicts are found.

TWO DISTINCTIVE QUALITIES OF AN ISLAMIC STATE

What will be the outline of an Ideal Islamic State in the modern times. To my mind it will be a state cherishing the highest democratic traditions of the contemporary times. However it will differ the present secular nationalist states in the basic aspects.

1. Absolute Sovereignty of Allah Almighty

In an Islamic State absolute sovereignty will rest in Allah Almighty which will be incorporated in the constitution of an Islamic State as a cardinal principle. The Islamic State will be characterized by the concept of popular vicegerency instead of popular sovereignty.

2. Nationality in Islam

The concept of nationality in Islam unlike the present secular concept is not confined by the geographical boundaries of the state but all adherents of Islam who declare belief and affirmation in the unity of Allah Almighty and the finality of the Prophethood of Muhammad (S.A.W) will be the citizens of this state. Minorities in Islam will be a secure community who will be called *Zimmis*, will be free to practise according to their creed and belief, will have the freedom of personal and family laws and the protection of their lives and property will be the

THE CONSTITUTIONAL MODEL OF AN ISLAMIC STATE IN THE CONTEMPORARY TIMES

By: Dr. Israr Ahmad

(Translated By: *Mr. Muhammad Siddique***)**

The Islamic injunctions can be divided into three main strains:

Firstly, the injunctions pertaining to the Islamic devotions (rituals) which constitute the predominant part of Islamic Shariah are though collective in character to fair degree, yet can be termed individualistic from a purely legal standpoint.

Secondly, laws relating to dos' and don'ts which are related to a large extent to the basic human morals and can be called the common heritage of humankind and world religions.

Thirdly, the injunctions that concern the collective life of a man. It may be taken for granted that the basic unit of society is a family with particular emphasis on matters relating to the conjugal life and it is here that Holy Quran has placed paramount stress and the laws regarding family life have profusely been expounded.

The psychological make-up of a man fundamentally remains unchanged, so to regulate the human behaviour in the context of social relationships, concepts of dos' and don'ts have been given due exposition. However the political and economic realms of human life stand at a different plane altogether. The process of social evolution is continuing today as it was in motion when the Holy Quran was being revealed. The Holy Quran has, therefore delineated basic principles for the guidance of individual and the state but has not prescribed any

الحمد للہ کہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی سے عمومی استفادے اور عربی زبان کی تحصیل کے لئے

خط و کتابت کورس

کا اجراء گزشتہ برسوں کے دوران ہو چکا ہے

- پہلا کورس "قرآن حکیم کی فکری و عملی رہنمائی" کے زیر عنوان ہے' جو ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے درس قرآن کے ۴۴ کیسٹ اور چند کتب پر مشتمل ہے۔
- دوسرا کورس ابتدائی عربی گرامر کی تدریس سے متعلق ہے جس میں "آسان عربی گرامر" سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی ہے۔ قرآن حکیم کا مفہوم براہ راست سمجھنے کے لئے عربی زبان کی تحصیل اشد ضروری ہے۔

سال ۱۹۹۵ء کے آغاز ہی سے خط و کتابت کورس میں داخلہ لیجئے اور گھر بیٹھے قرآن حکیم کی رہنمائی اور عربی زبان کی تدریس سے فائدہ اٹھایئے۔

نوٹ : ہر دو کورس کے پراسپکٹس' داخلہ فارم اور دیگر تفصیلات شعبہ خط و کتابت کورس' قرآن کالج' ۱۹۱۔اے اتاترک بلاک نیو گارڈن ٹاؤن لاہور سے طلب کریں۔

فون : 833638-833637

المعلن : مدیر شعبہ خط و کتابت کورس' مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

ہاضمہ خراب ہو تو...

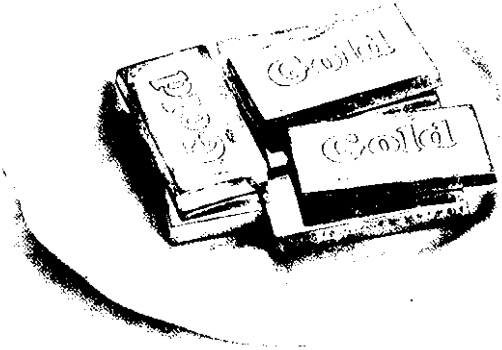

...سونے کا نوالہ بھی بے وقعت!

کھانے کا وقت ہو اور بھوک نہ لگے تو یہ معدے اور جگر کی خرابی کی علامت ہے۔ ایسی صورت میں نئی کارمینا لیجیے۔ زود اثر نئی کارمینا فوری طور پر فعلِ ہضم درست کرتی ہے اور معدے کی اصلاح کرتی ہے۔

- دردِ شکم میں نئی کارمینا کی دو ٹکیاں نیم گرم پانی کے ساتھ استعمال کریں
- بدہضمی، قے یا متلی کی شکایت میں نئی کارمینا کی دو ٹکیاں چوسیں
- نئی کارمینا کی دو سے چار ٹکیاں باقاعدگی کے ساتھ رات کو سوتے وقت نیم گرم پانی سے استعمال کی جائیں تو دائمی قبض سے نجات مل جاتی ہے۔
- بھوک کی کمی کی شکایت میں صبح ناشتے سے پہلے، دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل نئی کارمینا کی دو ٹکیاں چوسیے۔

بچوں کو حسبِ عمر آدھی یا ایک ٹکیہ نئی کارمینا دیجیے

نظامِ ہضم کی اصلاح کے لیے پُرتاثیر ہاضم ٹکیاں

خوش ذائقہ **نئی کارمینا** ہمیشہ گھر میں رکھیے

Adarts-CAR-2.92

خوشبودار کیمیکل

مختلف اقسام کے عطریات' اگر بتی' صابن وغیرہ کی صنعتوں کے لئے عوامی جمہوریہ چین سے خوشبو دار کیمیکل (پرفیومری' کیمیکلز) درآمد کرنے کے خواہش مند حضرات رابطہ کریں۔

ربی ٹریڈنگ کمپنی (پرائیویٹ) لمیٹڈ

پوسٹ بکس نمبر 238' کراچی 74200

نماز قائم کریں' اسی میں نجات اور سکون ہے۔

MONTHLY
Meesaq
LAHORE

REG No L. 7360
Vol. 44 No. 2 & 3
Feb - Mar. 1995

Interflow